عہدِ وفا

امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے فرمایا

"مَیں نہیں جانتا کہ کتنے دِن مزید ہمارے
صبر کا امتحان مقدّر ہے لیکن مَیں یہ یقین
رکھتا ہوں اور یہ ایمان رکھتا ہوں کہ مَیں
بھی اِس عہد پر قائم رہوں گا اور آپ
بھی اِس عہد پر قائم رہیں گے کہ

اے خدا! ہم بے وفاؤں میں نہیں
ہوں گے۔

اے خدا! ہم ہرگز بے وفاؤں میں
نہیں ہوں گے۔

تیری رضا جس شکل میں آئے ہم اس کے لئے
حاضر ہیں۔ لبّیک اللّٰھمّ لبّیک ہم حاضر
ہیں ہمارے مَولیٰ ہم حاضر ہیں۔ ہم حاضر
ہیں ہمارے مَولیٰ ہم حاضر ہیں!"

ماہنامہ ربوہ

جولائی ۱۹۸۵ء

ایڈیٹر
عبدالسمیع خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

خالد

ربوہ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

شمارہ : ۷
جلد : ۳۲
وفا ۱۳۶۴ ہش
جولائی ۱۹۸۵ء

اس شمارہ میں

ایڈیٹر :- عبدالسمیع خان

نائب ایڈیٹر
محمود احمد شاد

معاونین
عبدالقدیر قمر، عبدالخالق ناصر

قیمت سالانہ : ۲۵/- ماہانہ : ۲/۵۰ روپے
ممالک بیرون : ۱۵/-

پبلشر : مبارک احمد خالد پرنٹر : سید عبدالحی مقام اشاعت : دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ

مطبع : ضیاء الاسلام پریس ربوہ رجسٹرڈ نمبر : ایل ۵۸۳۰ کتابت : محمود انور خوشنویس

اداریہ

پاکستان اور بعض دیگر ممالک میں موسم گرما اپنے عروج پر ہے اور نوجوانوں کی ایک بہت بڑی تعداد موسمی تعطیلات گزار رہی ہے۔ ایسی رخصتوں کا تصوّر عام طور پر آرام، نیند اور وقت گزاری کے نام پر ضیاعِ وقت پر مشتمل ہوتا ہے۔

مگر احمدی نوجوانوں کیلئے ضیاعِ وقت کے کسی تصوّر کی کوئی گنجائش نہیں۔ آرام اور تفریح بے شک ضروری ہے مگر وہ آرام اور تفریح نہیں جو سستی اور کاہلی اور ہنگامہ آرائی سے عبارت ہے۔ اسے تعمیری عمل میں بھی تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر رخصت کے یہی ایّام سوچ سمجھ کر، نیک مقاصد کے تابع، جامع پروگرام کے تحت صرف کیے جائیں تو آپکی ایک نئی شخصیت ابھرے گی۔ جو زیادہ وسعت اور گہرائی اور بلندی رکھنے والی ہوگی۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ دوران سال جو کچھ پڑھا ہے یا سیکھا ہے اسے عملی میدان میں داخل ہو کر آزمائیں۔ نئے نئے شعبہ ہائے زندگی کی طرف توجہ کریں اپنے نصابی علوم سے ہٹ کر دوسرے علوم سے تعارف حاصل کریں۔ خدا کی زمین بہت وسیع ہے اسمیں گھوم پھر کر قدرت کے جلوے دیکھیں، دنیا کے ہر لحظہ بدلتے اور پھیلتے ہوئے تقاضوں کا جائزہ لیں اور اس کے مطابق غالب آنے والا کردار اپنانے کی کوشش کریں۔

ایک خادم ہونے کے ناطے مجلس خدام الاحمدیہ کے ان پروگراموں میں بھرپور حصہ لیں جنمیں آپ دوران سال دوسری مصروفیات کے باعث شامل نہ ہو سکے۔ روحانی تربیت کیلئے وقفِ عارضی کی تحریک ایک بہت ہی دلچسپ اور انوکھا تجربہ ہے۔ یہ پندرہ دن کایا پلٹ کر رکھ دیتے ہیں۔

جو پروگرام بھی اپنی طبیعت اور ماحول اور وسائل کے مطابق آپ تجویز کریں اسکے مقاصد بہت بلند و بالا ہونے چاہئیں جو آپکی ذات کیلئے بھی حسنات لیکر آئیں اور بنی نوع انسان کیلئے بھی حقیقی خوشی اور سچی خوشحالی کے نقیب ہوں۔ اور پھر دعاؤں کے ساتھ ان مقاصد کو حاصل کریں۔

آپ کا صحیح پروگرام آپکی شخصیت کی بہت سی دبی ہوئی چنگاریوں کو سلگنے کا موقع دیگا اور آپکی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کریگا۔ اور آپ غلبۂ دینِ حق کی مہم میں زیادہ قوت اور خود اعتمادی کے ساتھ قربانیاں پیش کر سکیں گے۔ (انشاءاللہ)

یہ سچے عشق کی باتیں ہیں

ہر طرف سے نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ کی آوازیں اُٹھنے لگیں

پکار ۴ رمئی ۱۹۸۴ء کو بیت الفضل لندن میں حضور نے خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

" آج بھی جماعت کی تاریخ پر ایک ایسا وقت آیا ہے کہ اس سے پہلے کبھی ایسا وقت نہیں آیا۔ اس لئے تمام دنیا کے احمدیوں کو میں آواز دیتا ہوں کہ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہ اے خدا کے اس زمانہ کے محبوب کے غلامو! میں تمہیں اللہ کے نام پر مدد کیلئے بلاتا ہوں۔ اپنا سب کچھ خدا کے حضور حاضر کر دو۔ اور خدا کی قسم! خدا اپنی ساری کائنات آپ کی خدمت میں حاضر کر دیگا۔"

لبیک! ۵ راپریل ۱۹۸۵ء کو جلسہ سالانہ انگلستان کے افتتاحی خطاب میں حضور نے فرمایا:۔

" یہاں پہنچنے کے بعد میں نے تمام جماعت کو اکٹھا کیا اور ان کے سامنے وہ پہلا خطاب کیا جس میں مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہ کی دعوت دی اور میں آج آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ اس دعوت کا ایک ایسا عمدہ جواب انگلستان کے احمدی احباب نے دیا کہ وہ ہمیشہ میرے دل پر نقش رہیگا اور ہمیشہ تاریخ عزت اور احترام اور محبت سے انکو یاد کریگی۔ ہر طرف سے نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کی آوازیں اٹھنے لگیں اور پھر یہ آوازیں باہر سے سنائی دینے لگیں یورپ سے بھی باہر سے اور امریکہ سے بھی باہر سے اور دنیا کے کونے کونے سے، زمین کے وہ تمام کنارے جہاں حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) کا پیغام پہنچا تھا بلند آواز سے پکارنے لگے کہ نحن انصار اللہ، نحن انصار اللہ، نحن انصار اللہ، نحن انصار اللہ عورتیں کیا اور مرد کیا بوڑھے کیا اور بچے کیا۔ وہ ایک عجیب زمانہ تھا۔ اس طرح وارفتگی کے ساتھ، اس طرح فدائیت کے ساتھ مجھے پیغام ملنے شروع ہوئے کہ ہر پیغام کیساتھ میری زندگی پر ایک زلزلہ طاری ہو جاتا۔ اپنے بچے پیش کئے۔ اپنی مائیں پیش کیں بچوں نے، اپنی جائیدادیں، اپنے اموال، اپنی عزتیں سب کچھ احمدیت کی خاطر میرے قدموں میں نچھاور کرتے

- ادارہ سے خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
- اپنے پتہ کی تبدیلی کی اطلاع فوری دیں تاکہ آپ کا رسالہ ضائع نہ ہو۔ (مینیجر تشحیذ الاذہان ربوہ)

کیلئے تیار بیٹھے تھے اور جن کو توفیق ملی انہوں نے اس عہد کو نبھایا اور ایک بھی پیچھے نہیں ہٹا۔ یہ عہد کئے کہ آپ جس ضرورت کیلئے جب چاہیں گے جو کچھ کہیں گے ہر وقت حاضر ہے۔ تو کائنات کا خدا میرے ساتھ تھا، کائنات کا خدا ہمارے ساتھ تھا، آپ کے ساتھ تھا اور یہ اسی کی شان تھی، اسی کی تقدیر تھی جو جاری ہوئی .... کچھ کو خدمتوں کی توفیق ملی اور انہوں نے اپنے عہدوں کو پورا کیا۔ کچھ منتظر تھے اور آج بھی منتظر ہیں۔

✯

پھل اسقدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے

وہ رہ جو ذاتِ عزّ وجل کو دکھاتی ہے
وہ رہ جو دِل کو پاک و مطہّر بناتی ہے

وہ رہ جو یارِ گم شدہ کو کھینچ لاتی ہے
وہ رہ جو جام پاک یقیں کا پلاتی ہے

وہ رہ جو اس کے ہونے پہ محکم دلیل ہے
وہ رہ جو اسکے پانے کی کامل سبیل ہے

اس نے ہر ایک کو وہی رستہ دکھا دیا
جتنے شکوک و شبہ تھے سب کو مٹا دیا

افسردگی جو سینوں میں تھی دور ہوگئی
ظلمت جو تھی دلوں میں وہ سب نور ہوگئی

جو دَور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے
چلنے لگی نسیم عنایاتِ یار سے

جاڑے کی رُت ظہور سے اسکے پلٹ گئی
عشقِ خدا کی آگ ہر اک دل میں اَٹ گئی

جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے
پھل اسقدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے

(درثمین)

خوش بخت لمحوں کی کہانی

دیارِ محبوب

میں

دیدارِ محبوب

ترتیب : عبدالخالق ناصر

● مکرم ڈاکٹر راجہ نذیر احمد صاحب ظفر تحریر فرماتے ہیں :-

جلسہ سالانہ کے موقع پر لندن میں جب حضور سے ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی تو ہم میں سے ہر ایک نے غیر معمولی طور پر محسوس کیا کہ صرف پروانے ہی شمع پر فدا ہونے کیلئے بیقرار نہیں خود شمع بھی انکی جدائی میں جل رہی ہے۔ حضور خود بھی روتے رہے اور دوسروں کو بھی رُلاتے رہے۔

لندن کے باسیوں کیلئے تو ایک خالص مذہبی اجتماع میں سات ہزار افراد کا دنیا کے کونے کونے سے جمع ہونا حیرت انگیز واقعہ تھا جس کا وہاں کے اخبارات اور ریڈیو نے بھی ذکر کیا اس جلسہ کا اثر انگلستان کے علاوہ دنیا بھر میں محسوس کیا گیا۔

خاکسار کو جلسہ کے دوسرے دن "راحتِ جاں! جا رہے ہو ماہیا" نظم پڑھنے کا موقع ملا۔ ۳۰ راپریل کو خاکسار نے حضور سے الوداعی ملاقات کی حضور بڑی محبت سے جماعت احمدیہ پاکستان کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ یکم مئی کو میری واپسی تھی۔ جانے سے پہلے ظہر کی نماز حضور کی اقتداء میں ادا کی۔ نماز کے بعد جب حضور واپس تشریف لے جانے لگے تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضور سے مصافحہ کا شرف حاصل کروں۔ پھر خیال آیا کہ مجھے دیکھ کر دوسرے تمام دوست بھی ایسا ہی کریں گے۔ اور حضور کا بہت وقت صرف ہوگا۔ اس لیے جھجک گیا

یادِ محبوب

آپ سے بچھڑے ہوئے مجھکو زمانے گزرے
رات بھر میری نگاہوں سے فسانے گزرے
آپ کی یاد کو اللہ سلامت رکھے
آپ کے بعد بھی کچھ لمحے سہانے گزرے

(ثاقب زیروی)

لیکن جب حضور قریب سے گزرنے لگے تو دل پر قابو نہ رہا اور میں نے فوراً آگے بڑھ کر مصافحہ کیا۔ حضور نے پوچھا

" راجہ اجار ہے ہو ؟"

اس مختصر سے جملے میں اتنا پیار اور درد سمٹ آیا تھا کہ باوجود اس کے کہ میں نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ حضور کے سامنے جذبات پر قابو رکھنا ہے اور رونا نہیں۔ مگر اس وقت ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے اور اس تصوّر سے روح تڑپ اٹھی کہ ہم جا رہے ہیں اور ہمارا آقا ابھی یہیں رہے گا۔ حضور پر بھی رقّت طاری ہو گئی۔ اور پھر میں حضور کے چہرہ کی طرف نہ دیکھ سکا حضور کے تشریف لے جانے کے بعد میں نے سسکیاں شروع کر دیں اور خوب آنسو بہا کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔

مکرم مقصود احمد صاحب طاہر (ربوہ) لکھتے ہیں :-

جلسہ سالانہ میں شمولیت تو محض ایک بہانہ تھا۔ اصل وجہ یہ تھی کہ جان سے پیارے آقا کو ہم سے جدا ہوئے ایک سال کا عرصہ ہونے کو آ رہا تھا چنانچہ وصلِ محبوب کی خاطر حاجز نے لندن جانے کا عزم صمیم کر لیا ورنہ بندہ تو فقط ایک مزدور، ملازم ہے قلیل آمدنی۔ بے سروسامانی کی حالت مگر دل میں یہ سودا سمایا ہوا تھا کہ حضور کے خاکِ پا تک رسائی حاصل کروں اور قدرت نے درِ محبوب پر حاضری کے لیے آپ ہی آپ انتظام کر دیا۔ خاکسار انہی دنوں ایک کتاب کا مسودہ بھی لکھ رہا تھا اور ناچیز اسی مسوّدے کو حضور کی خدمت میں ایک تحفہ کی صورت میں پیش کرنا چاہتا تھا۔

۴ر اپریل کو حضور نے بیت الفضل میں باہر سے آنیوالے احباب کو شرفِ ملاقات بخشا ناچیز ایک کونے میں کھڑا تھا اور اسی طرف سے حضور نے مصافحہ کرنا شروع فرمایا۔ حضور نے خاکسار کو نہایت پیار اور شفقت بھری نگاہوں کے ساتھ دیکھا اور فرمایا کہ۔" آپ کب آئے ؟" خاکسار نے عرض کیا کہ" حضور! ناچیز ۲ر اپریل کو یہاں پہنچا ہے" خاکسار سے شروع ہو کر تیسرے نمبر پر حضور خواجہ عبدالمجید صاحب سے ملے اور مصافحہ کے ساتھ معانقہ بھی فرمایا بعد میں حضور پھر ناچیز حقیر کی طرف تشریف لائے میں حضور سے لپٹ گیا اور حضور ازراہِ شفقت کافی دیر تک اسی حالت میں کھڑے رہے۔ جو مزا اور سرور اور روحانی لذّت ناچیز کو حاصل ہوئی وہ بیان سے باہر ہے غم اور خوشی کے ملے جلے جذبات آنسو بن کر خاکسار کی آنکھوں میں تیرنے لگے اسکے بعد حضور نے تمام حاضرین کو شرفِ معانقہ بخشا پھر کچھ دیر کے لئے مجلس میں تشریف فرما ہوئے

(بقیہ صنہ پر)

جلسہ سالانہ انگلستان کی منظوم تصویر

مکرم راجہ نذیر احمد صاحب ظفر ربوہ

ان کو دیکھنے لندن پہنچے کرکے بہانہ جلسے کا
گرچہ بظاہر تھا نہ وہ جلسہ بدل سالانہ جلسے کا

پھر بھی وہاں تھی روحِ جلسہ ہستی حضرت صاحب کی
جنکی تقریروں میں ہے سب مال خزانہ جلسے کا

کوڑی کوڑی جوڑ کے پہنچا، اڑ کر، چل کر، دوڑ کے پہنچا
شمع ۔۔۔۔ کا پروانہ تھا جو دیوانہ جلسے کا

مرکز اِک آباد وہاں تھا اور اسلام آباد وہاں تھا
قادیان اور ربوہ جیسا، واں بھی منانا جلسے کا

گرچہ تھا اپریل مگر تھا سرد دسمبر کی مانند
یاد آیا اسوقت بھی سبکو اصل زمانہ جلسے کا

جیسی یہاں لاکھوں پہ تھی حیرت ویسی ہزاروں پر تھی وہاں
یورپ محوِ حیرت تھا گیا گننا گنانا جلسے کا

دنیا بھر کے ملکوں سے ہر رنگ و نسل کے لوگ بسے
رنگ و روپ اس جلسے کا اور تانا بانا جلسے کا

استقبال اور خدمت کے سب شعبے واں موجود ملے
جانتے تھے آداب سبھی اور کرنا کرانا جلسے کا

ہم تھے یاں دو وقت کھلاتے ہم کو واں سہ وقت ملا
یاں سے واں پر بہتر پایا لنگر خانہ جلسے کا

حضرت طاہر کی تقریریں مغرب میں ہیں نعرۂ حق
مغرب سے سورج کا ہے چڑھنا واں پہ منانا جلسے کا

میرے مولیٰ ایک نشاں ظاہر ہو یہاں، ظاہر ہو یہاں
امن کا وہ ماحول ہو پھر اور ملنا ملانا جلسے کا

میری آٹوگراف بک سے

وسیم احمد سروعی

آپ بھی اپنی آٹوگراف بک کے چند صفحات کی فوٹوسٹیٹ کاپی ارسال کر سکتے ہیں

★ حضرت صوفی غلام محمد
مرحوم و مغفور

" جہاں تک ممکن ہو پانچوں نمازوں کی پابندی کریں اور نمازِ تہجد پڑھنے کی بھی کوشش کریں خواہ دو رکعت ہی پڑھیں۔

علاوہ ازیں قرآن کریم کی تلاوت باقاعدہ فجر کے وقت کیا کریں کچھ حصہ مقرر کریں خواہ ½ سپارہ یا ¼ سپارہ۔ لیکن باقاعدہ پڑھیں ناغہ نہ کریں کوشش کریں کہ قرآن کو اس طرح ختم کر لیں اگر ½ سپارہ پڑھیں تو انشاء اللہ دو ماہ کے بعد ختم کریں گے اور اگر ¼ سپارہ تو چار ماہ کے بعد اللہ تعالیٰ آپکو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے اور کامیابی عطا فرمائے (آمین) "

(مورخہ ۵ رمئی ۱۹۸۲ء)

★ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب

" اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ایک بہت قابلِ قدر مادہ شکر کا رکھا ہے۔ یہ مادۂ شکر جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ نعمتوں کو اس کے اپنے وجود اور اس کے اہل و عیال میں قائم رکھنے کا موجب بنتا ہے۔ وہاں حسب وعدۂ الٰہی مزید نعمتوں کا بھی وارث بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ میں شکر کرنے کا مادہ بہت عطا فرمائے (آمین)

(مورخہ ۸ رجنوری ۸۴ء)

مثالی وقارِ عمل

۲۵ رجنوری ۱۹۸۵ء ......

شامل ہونیوالی مجالس

فیکٹری ایریا شاہدرہ۔ شاہدرہ ٹاؤن۔ سلطان پورہ وحدت کالونی۔ مغلپورہ (لاہور) عزیز پور ڈگری۔ سکھر۔ منڈیکی گورایہ۔ قصور۔ چک 6/11-L (ساہیوال) گرمولہ ورکاں۔ بیت الحمد راولپنڈی۔ چک ۱۶۶ مراد (بہاولنگر) لیہ۔ سرائے عالمگیر۔ پوڑانوالہ۔ چک سکندر۔ شیخ پور۔ غازی اندرون گوٹھ احمدیہ۔ چک 6 گ ب فیصل آباد چک ۹۶ گ ب صریح۔ چک ۵۵ گ ب مصطفیٰ آباد چک 31/TDA۔ ربوہ۔

ارشاداتِ عالیہ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ

مرتبہ: مکرم تنویر احمد صاحب شاہد۔ رائے پور

★ " خدا تعالیٰ نے جیسے ابتداء سے انسان کی فطرت میں ایک ملکہ گناہ کرنے کا رکھا ایسا ہی گناہ کا علاج بھی اسی طرز سے اس کی فطرت میں رکھا گیا ہے۔ جیسے کہ وہ خود فرماتا ہے " بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ " (پ ۱ ع ۱۳) یعنی جو شخص اپنے تمام وجود کو خدا تعالیٰ کی راہ میں سونپ دیوے اور پھر اپنے تئیں نیک کاموں میں لگا دیوے تو اُس کو انکا اجر اللہ تعالیٰ سے ملیگا اور ایسے لوگ بے خوف اور بے غم ہیں۔ اب دیکھیے کہ یہ قاعدہ کہ توبہ کر کے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور اپنی زندگی کو اس کی راہ میں وقف کر دینا یہ گناہ کے بخشے جانے کیلئے ایک ایسا صراطِ مستقیم ہے کہ کسی خاص زمانہ تک محدود نہیں جب سے انسان اس مسافر خانہ میں آیا تب سے اس قانون کو اپنے ساتھ لایا۔ جیسے اسکی فطرت میں ایک شق یہ موجود ہے کہ گناہ کی طرف رغبت کرتا ہے۔ ایسا ہی یہ دوسرا شق بھی موجود ہے کہ گناہ سے نادم ہو کر اپنے اللہ کی راہ میں مرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ زہر بھی اسی میں ہے اور تریاق بھی اسی میں ہے یہ نہیں کہ زہر اندر سے نکلے اور تریاق جنگلوں سے تلاش کرتے پھریں "

★ " جو شخص اپنے وجود کو خدا کے آگے رکھ دے اور اپنی زندگی اسکی راہوں میں وقف کرے اور نیکی کرنے میں سرگرم ہو سو وہ سرچشمہ قرب الٰہی سے اپنا اجر پائے گا اور ان لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم یعنی جو شخص اپنے تمام قویٰ کو خدا کی راہ میں لگا دے اور خالص خدا کیلئے اسکا قول اور فعل اور حرکت اور سکون اور تمام زندگی ہو جائے اور حقیقی نیکی بجا لانے میں سرگرم رہے سو اس کو خدا اپنے پاس سے اجر دیگا اور خوف اور حزن سے نجات بخشے گا۔

یاد رہے کہ یہی کا لفظ کہ اس جگہ بیان ہوا ہے۔ دوسرے لفظوں میں قرآن شریف میں اس کا

نام استقامت رکھا ہے۔ جیسا کہ وہ یہ دعا سکھلاتا ہے۔ "اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ" یعنی ہمیں استقامت کی راہ پر قائم کر اُن لوگوں کی راہ جنہوں نے تجھ سے انعام پایا اور جن پر آسمانی دروازے کھلے۔ واضح رہے کہ ہر ایک چیز کی وضعِ استقامت اسکی علّتِ غائی پر نظر کر کے سمجھی جاتی ہے اور انسان کے وجود کی علّتِ غائی یہ ہے کہ نوعِ انسان خدا کیلئے پیدا کی گئی ہے۔ پس انسانی وضعِ استقامت یہ ہے کہ جیسا کہ وہ اطاعتِ ابدی کیلئے پیدا کیا گیا ہے ایسا ہی درحقیقت خدا کیلئے ہو جائے اور جب وہ اپنے تمام قویٰ سے خدا کے لئے ہو جائے گا۔ تو بلاشبہ اس پر انعام نازل ہوگا جسکو دوسرے لفظوں میں پاک زندگی کہہ سکتے ہیں"

★ "انسان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف کرے۔ مَیں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کیلئے وقف کر دی ہے اور فلاں پادری نے اپنی عمر مشن کو دے دی ہے۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ کیوں　　(دین) کی خدمت کیلئے اور خدا کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف نہیں کر دیتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ پر نظر کر کے دیکھیں تو انکو معلوم ہو کہ کسطرح (دین) کی زندگی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی تھیں۔ یاد رکھو یہ خسارہ کا سودا نہیں ہے بلکہ بے قیاس نفع کا سودا ہے کاش ....　معلوم ہوتا اور اس تجارت کے مفاد اور منافع پر ان کو اطلاع ملتی۔ جو خدا کے لیے اس کے دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کرتا ہے کیا وہ اپنی زندگی کھوتا ہے؟ ہرگز نہیں فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اس للّٰہی وقف کا اجر اُنکا ربّ دینے والا ہے۔ یہ وقف ہر قسم کے ہموم وغموم سے نجات اور رہائی بخشنے والا ہے...... میں خود جو اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے میں نے اس راحت اور لذّت سے حظّ اٹھایا ہے یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کیلئے اگر مر کے پھر زندہ ہوں اور پھر مروں اور　زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذّت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے۔

پس میں چونکہ خود تجربہ کار ہوں اور تجربہ کر چکا ہوں اور اس وقف کیلئے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے کہ اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جاوے کہ اس وقف میں کوئی بھی ثواب اور فائدہ نہیں ہے بلکہ تکلیف اور دُکھ ہوگا تب بھی میں (دین) کی خدمت سے رک نہیں سکتا۔ اسلیئے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں۔ آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سنے یا نہ سنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیاتِ طیبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کیلئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت

میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اسکی روح بول اٹھے اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی پا نہیں سکتا۔ پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تم دیکھتے ہو کہ خدا تعالیٰ کیلئے زندگی کا وقف میں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اس فعل کو اپنے لیے پسند کرتے اور خدا کیلئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں۔"

★ " اس جگہ یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ آیت موصوفہ بالا یعنی بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ سعادتِ تامہ کے تینوں ضروری درجوں یعنی فنا اور بقا اور لقاء کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ کا فقرہ یہ تعلیم کر رہا ہے کہ تمام قویٰ اور اعضاء اور جو کچھ اپنا ہے خدا تعالےٰ کو سونپ دینا چاہیئے اور اسکی راہ میں وقف کر دینا چاہیئے اور یہ وہی کیفیت ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں فنا ہے۔ وجہ یہ کہ جب انسان نے حسب مفہوم اس آیت ممدوحہ کے اپنا تمام وجود معہ اسکی تمام قوتوں کے خدا تعالیٰ کو سونپ دیا اور اسکی راہ میں وقف کر دیا اور اپنی نفسانی جنبشوں اور سکونوں سے بکلّی باز آ گیا تو بلاشبہ ایک قسم کی موت اس پر طاری ہو گئی۔ اور اسی موت کو اہلِ تصوّف فنا کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔"

★ " نجات اسی کو ملتی ہے جس نے اپنا سارا وجود اللہ کی راہ میں سونپ دیا یعنی اپنی زندگی کو خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا اور اس کی راہ میں لگا دیا اور وہ بعد وقف کرنے اپنی زندگی کے نیک کاموں میں مشغول ہو گیا اور ہر ایک قسم کے اعمالِ حسنہ بجالانے لگا۔ پس وہی شخص ہے جس کو اس کا اجر اس کے ربّ کے پاس سے ملیگا اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ ڈر ہے اور نہ وہ کبھی غمگین ہوں گے یعنی وہ پورے اور کامل طور پر نجات پا جائیں گے .... اصلی اور حقیقی نجات وہ ہے جو اسی دنیا میں اُس کی حقیقت نجات یابندہ کو محسوس ہو جائے اور وہ اس طرح پر ہے کہ نجات یابندہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ توفیق عطا ہو جائے کہ وہ اپنا تمام وجود خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دے اس طرح پر کہ اس کا مرنا اور جینا اور اس کے تمام اعمال خدا تعالیٰ کیلئے ہو جائیں اور اپنے نفس سے وہ بالکل کھویا جائے اور اسکی مرضی خدا تعالیٰ کی مرضی ہو جائے۔"

وقف کرنا جاں کا ہے کسب کمال
جو ہو صادق وقف میں ہے بے مثال
چمکیں گے واقف کبھی مانندِ بدر
آج دنیا کی نظر میں ہیں ھلال

قرارداد تعزیت

زہے نصیب! کہ جسے راہ مولیٰ میں جان دینے کی سعادت نصیب ہو کیونکہ وہ جان کا نذرانہ دیکر قرب الٰہی کی منازل طے کر کے شہد جیسی شیریں رضا کی جنتوں سے لذّت یاب ہوتا ہے۔ بادی النظر میں اس کو عارضی فوائد سے محروم کیا جاتا ہے۔ لیکن بصیرت کی آنکھ اسکے تابناک مستقبل کو دیکھ رہی ہوتی ہے۔ اور خدائے ذوالجلال والاکرام کی ابدی مہمان نوازی کا مشاہدہ کر رہی ہوتی ہے۔ ——— ایسے ہی ہمارے ایک بہت ہی پیارے خوش قسمت دوست محترم ڈاکٹر عقیل صاحب ہیں جنہیں مورخہ ۹ رجون ۱۹۸۵ء بوقت ساڑھے گیارہ بجے ان کے گھر کے قریب چاقو کے پے درپے وار کر کے ابدی نیند سلادیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

محترم ڈاکٹر عقیل صاحب مرحوم کا تعلق صوبہ بہار کے ایک ادبی خاندان سے تھا۔ آپکے والد محترم ابوالفتح عبدالقادر صاحب مرحوم پٹنہ یونیورسٹی سے منسلک تھے اور محترمہ حضرت سارہ بیگم صاحبہ حرم حضرت مصلح موعود کے برادرِ اکبر تھے ——— بحیثیت ماہر امراضِ چشم محترم ڈاکٹر عقیل صاحب مرحوم کی اس ملک کیلئے خدمات قابلِ تحسین تھیں۔ پریکٹس کے ابتدائی ایام فوج میں گزارے لیکن بعد ازاں سول ہسپتال حیدرآباد میں مستقل ملازمت اختیار کر لی۔ نیز لیاقت میڈیکل کالج میں بطور پروفیسر بھی کام کرتے رہے ——— صوبہ سندھ میں اکثر ڈاکٹر ماہرینِ امراضِ چشم آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ ۱۹۸۲ء میں ریٹائر ہو کر آپ اپنے گھر کے معالج میں مریضوں کو دیکھتے تھے۔ ——— ہمدردی کے جذبہ سے سرشار تھے۔ فری آئی کیمپ اکثر لگاتے رہتے غریبوں اور نادار مریضوں کا مفت علاج کرتے بلکہ مالی مدد بھی فرماتے ——— آپ نہایت منکسر المزاج، جوشیلے داعی الی اللہ اور سلسلہ کا درد رکھنے والے وجود تھے۔ بڑے دعا گو مخلص اور بےنفس انسان تھے۔ بوقت وفات اپنے حلقہ کے صدر بھی تھے ——— ہم ممبران مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ اس سانحۂ عظیم پر حضور، محترم ڈاکٹر صاحب مرحوم کی اہلیہ محترمہ، دونوں صاحبزادگان اور صاحبزادی کے ساتھ گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپکی اس قربانی کو قبول فرماتے ہوئے۔ آپکو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور آپکے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازے۔ آمین

ہم ہیں ممبران عاملہ
مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

ایم اے کی احمدی طالبہ جو دونوں بازوؤں سے محروم ہے

وہ پاؤں سے لکھتی اور سلائی کرتی ہے

تحریر محمود احمد شاد نائب ایڈیٹر

'خالد' کے گزشتہ شماروں میں "ہمتِ مرداں مدد خدا" کے عنوان کے تحت ایسے لوگوں کے حالات شائع ہوتے رہے ہیں جو مختلف پہلوؤں سے جسمانی طور پر معذور تھے مگر انہوں نے اس محرومی کو زندگی کا روگ نہیں بننے دیا بلکہ عزم وہمت کی شاندار مثالیں قائم کیں اور غیر موجود اعضاء کا کام دوسرے اعضاء سے لیتے ہوئے وہ سب کچھ کر دکھایا جو ایک عام تندرست اور صحتمند انسان کر سکتا ہے۔ بعض کے ہاتھ نہ تھے اور بعض کے پاؤں ناپید تھے اور بعض ہاتھوں، بازوؤں اور ٹانگوں اور پاؤں سب سے معذور تھے۔ مگر انہوں نے بے پناہ حوصلے اور جدوجہد کی طاقت سے وہ کام کئے کہ کوئی شخص بھی انکی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

لیکن یہ تمام لوگ جن کا ذکر ہوا ہے مغربی دنیا کے تھے۔ ہم نے سوچا کہ ہمارے معاشرے میں بھی ایسی روشن مثالیں موجود ہیں اور احمدیوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو عام صحتمند اور نارمل انسانوں کیلئے قابلِ رشک مقام رکھتے ہیں۔ چنانچہ تلاش سے ایسے کئی ہمت افزا اور دلچسپ واقعات سامنے آئے ہیں جو انشاء اللہ باری باری پیش کیے جاتے رہیں گے۔ اور اس ضمن میں ہم قارئین سے بھی تعاون کی درخواست کرتے ہیں

اس سلسلہ کا آغاز ہم ایک احمدی طالبہ کے ذکر سے کر رہے ہیں۔ جن کا نام ناظمہ بشریٰ ہے۔ پیدائشی طور پر ان کا دایاں بازو اور ہاتھ ندارد ہے۔ بایاں بازو برائے نام ہے صرف ۴ انچ لمبا، بہت باریک اور کمزور ہے جسکے ساتھ صرف دو انگلیاں ہیں۔ وہ بی اے کر چکی ہیں اور ایم اے کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ ہماری درخواست پر ان کے ایک قریبی عزیز نے انکا ایک تفصیلی انٹرویو تحریر کر کے بھجوایا ہے۔ جو ایک مسلسل مضمون کی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔

احمد نگر کی ناظمہ بشریٰ کو ان کے والدین کبھی بھی سکول میں داخل نہ کراتے مگر ناظمہ کے بیحد اصرار پر انہیں ایسا کرنا پڑا۔ مگر سوال یہ تھا کہ کیا وہ صرف سن کر تعلیم حاصل کریں گی یا کبھی لکھ بھی سکیں گی؟ انہوں نے اس چیلنج کا جواب اس طرح دیا کہ پہلے تو اپنے بائیں بازو میں خود ہی قلم تھام کر لکھنے کی کوشش کی۔ مگر چھوٹی عمر میں دو تین دفعہ بائیں پہلو پر گرنے سے بائیں بازو کی رہی سہی طاقت بھی ختم ہو گئی۔ چنانچہ دائیں پاؤں سے لکھنے کی مشق شروع کر دی اور آہستہ آہستہ وہ روانی سے لکھنے کے قابل ہو گئیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ بازوؤں سے محروم اس طالبہ کو استانیوں نے سکول میں داخل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ مگر آخر بے پناہ شوق دیکھ کر داخلہ دے دیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل اور اپنی شدید محنت کے بل بوتے پر وہ پانچویں جماعت تک مسلسل اپنی کلاس میں اول آتی رہیں اس کے بعد گرلز ہائی سکول ربوہ میں داخلہ لے لیا۔

شروع شروع میں جب وہ تعلیم کیلئے ربوہ آنے لگیں تو اردگرد لڑکیوں کا ایک گروہ جمع ہو جاتا اور حیرت سے اس بغیر بازوؤں والی طالبہ کو دیکھنے لگ جاتیں جس کی وجہ سے انہیں بڑی گھبراہٹ ہوتی مگر تھوڑے ہی عرصے میں انہوں نے اس پر بھی قابو پا لیا۔

کتابیں اٹھانے کیلئے وہ بیگ استعمال کیا کرتی تھیں۔ کتابیں بیگ میں ڈال کر اسے گلے میں لٹکا لیتی تھیں۔ کلاس میں عام طور پر صرف لیکچر سنتیں اور گھر آکر نوٹس کاپی پر لکھ لیتی تھیں۔

اس طرح انہوں نے آٹھویں کلاس میں بورڈ کا امتحان دیا اور تحصیل چنیوٹ میں دوسری پوزیشن حاصل کی باوجود اس کے کہ انہیں اس امتحان کی اچانک اطلاع ملی تھی اور وہ کوئی تیاری نہ کر سکی تھیں۔

اس طرح میٹرک کے امتحان میں انہوں نے $\frac{585}{900}$ (۶۵٪) نمبر لیکر فرسٹ ڈویژن حاصل کی۔ ایف اے کا امتحان بھی انہوں نے اچھے نمبروں میں پاس کیا اور حال ہی میں بی اے کی ڈگری حاصل کی ہے۔ وہ ایم اے کرنا چاہتی ہیں ان کا ارادہ ہے کہ اس کے بعد کوئی ملازمت کریں گی لیکن انکی خواہش ہے کہ کوئی ایسی ملازمت ہو جس میں دین کی خدمت بھی ہو سکے۔

ان کا کہنا ہے کہ میری ساری کامیابیوں کی وجہ حضرت مصلح موعود کی دعا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ بچپن میں مجھے میری امی حضرت مصلح موعود کی خدمت میں لے گئی تھیں۔ یہ حضور کی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے کا واقعہ ہے حضور بیمار تھے۔ لیٹے لیٹے حضور نے میرے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور دعا کی۔ میں سمجھتی ہوں کہ حضور مصلح موعود کی دعا ہی کا نتیجہ ہے جو آج میں یہاں تک پہنچی ہوں۔

ناظمہ صرف لکھنے پڑھنے پر ہی اکتفا نہیں

کر تیں بلکہ بہت سے کام کر لیتی ہیں۔ وہ پاؤں کی انگلیوں میں سوئی پکڑ کر سلائی کر لیتی ہیں بٹن لگا لیتی ہیں ایڑی کر لیتی ہیں۔ ان کے روزمرہ کے کاموں میں پاؤں کے ذریعہ جھاڑو دینا صفائی کرنا برتن دھونا شامل ہیں وہ بستر تہہ کر سکتی ہیں۔ اپنے کپڑے وغیرہ خود تبدیل کر لیتی ہیں۔ اور اپنے کمزور بائیں بازو اور انگلیوں کے سہارے چارپائی بھی اٹھا سکتی ہیں۔ ہاتھ سے روٹی کا لقمہ بنانا ان کے لئے مشکل ہے۔ مگر اسمیں چمچ پکڑ کر چاول وغیرہ کھا لیتی ہیں۔

ناظمہ مذہبی کتب کا مطالعہ کرتی رہتی ہیں قرآن مجید کا ترجمہ کافی حد تک جانتی ہیں۔ مرکزی تربیتی کلاسوں میں شرکت کر کے اچھے نمبروں میں کامیاب ہوتی رہی ہیں۔ دینی معلومات کے امتحان میں انہوں نے کئی مرتبہ اوّل پوزیشن حاصل کی ہے۔ آجکل لجنہ اماء اللہ احمد نگر کی جنرل سیکرٹری ہیں۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ امتحان کے دوران وہ کس طرح سارا پرچہ حل کر لیتی تھیں، تو انہوں نے بتایا کہ میری لکھنے کی رفتار یقیناً دوسری طالبات سے کم ہوتی تھی اس لیے کئی دفعہ وقت کے اندر پرچہ حل نہیں کر سکتی تھی اور جوابات ادھورے رہ جاتے تھے لیکن میں نے کبھی زائد وقت نہیں مانگا اور نہ ہی مجھے زائد وقت دیا گیا۔ اس کے باوجود خدا کے فضل سے اچھے نمبر لیتی رہی ہوں

> مولانا رومؒ ایک مرتبہ حمام میں داخل ہوئے مگر فوراً ہی باہر نکل آئے۔ کسی نے اس کا سبب پوچھا۔ فرمایا۔ "جب میں اندر گیا تو حمام والے نے مجھے دیکھتے ہی پہلے بیٹھے ہوئے شخص کو اٹھانا چاہا تاکہ میں اسکی جگہ بیٹھ جاؤں لہٰذا میں باہر نکل آیا"
>
> (احسن الکلام صد ۲۵۴)

انہوں نے بچپن کا ایک واقعہ بتاتے ہوئے کہا کہ میں چھٹی جماعت میں تھی کہ دینیات کی ایک نئی استانی صاحبہ کلاس میں آئیں مجھے پاؤں سے لکھتے دیکھ کر انہوں نے سمجھا کہ یہ کوئی شرارتی لڑکی ہے۔ جو جان بوجھ کر ایسا کر رہی ہے۔ کہنے لگیں ٹھہرو! ابھی تمہیں ٹھیک کرتی ہوں میں بہت گھبرائی۔ مگر قریب آ کر جب انہوں نے اصل وجہ دیکھی تو میری بہت حوصلہ افزائی کی۔

یہ واقعہ ہے کہ وہ اپنی معذوری پر کبھی بھی احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہوئیں اور مستقبل کے عزائم بھی بہت بلند اور نیک ہیں۔ انہوں نے درخواستِ دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت کی توفیق عطا کرے اور تمام نیک مقاصد میں کامیابی سے نوازے (آمین)

اس پرعزم احمدی طالبہ کا انٹرویو تو یہاں ختم

(باقی صد ۴۲ پر)

ہارون الرشید کا عہد حکومت بہترین عہد تھا۔ وقار و دبدبہ کے لحاظ سے بھی اور رونق و خوشحالی کے اعتبار سے بھی۔ وہ بہت شریف، حساس اور عالم حکمران تھا۔

وہ ایک سال حج کرتا اور ایک سال جہاد، بادشاہوں میں یہ وہ پہلا بادشاہ تھا جو بغداد سے پا پیادہ مکہ معظمہ آیا۔ اور حج بیت اللہ کا شرف بھی پایا۔ وہ ہر دوسرے سال جب حج کو جاتا تو ایک سو بڑے علماء اور فقہاء اس کے ہمراہ ہوتے جن کے سارے اخراجات وہ خود اٹھاتا ان کو حج کے دنوں کی تنخواہ بھی دیتا اور سفر خرچ بھی دیتا۔ جس سال وہ خود یہ فخر نہ پاتا تین سو علماء اسکی طرف سے حج کرنے جاتے جس سال وہ خود جاتا تو حجاج سے نہ صرف ملتا بلکہ انہیں اپنے دسترخوان پر بلاتا۔ ہر شام ہزاروں علماء، زعماء اور دوسرے لوگ اس کے مہمان ہوتے۔ فقہاء اور حاجت مندوں کو بڑی بڑی رقمیں عطا کرتا۔

شخصی زمانے کا ہارون اتنا فرض شناس اور عوام کا اتنا خیر خواہ تھا کہ جب بھی سفر پر روانہ ہوتا اس کے خزانے اس کے ساتھ ساتھ چلتے اسکی سواری جہاں سے گزرتی اشرفیاں لٹاتی گزرتی وہ جب محل میں رہتا تو ہر روز اپنے ذاتی مصارف میں سے ایک ہزار روپیہ مستحقین میں تقسیم کرتا۔

ہارون کی ایک اور بات رفاہ عامہ اور عوام و علماء و فقہاء کی خوشحالی کا بڑا سبب بنی کہ اس نے متواتر پندرہ سال اپنے وزیر اعظم یحیٰ اور وزراء فضل اور جعفر کو یہ عام اجازت دے رکھی تھی کہ وہ جس عالم، جس فقیہہ اور جس محتاج کو جتنا چاہیں

دیں۔ جب کسی معاشرہ کے علماء، فقہاء اور دوسرے ذہنی کام کرنیوالے خوشحال ہوں تو وہ معاشرہ بہت ترقی کرتا ہے اور اس کے علوم و فنون کو خوب عروج ملتا ہے۔

مسعودی نے ایک غیر معروف اور ہارون سے ناواقف شاعر کا قصہ لکھا ہے کہ ہارون کسی سفر میں تھا کہ یہ شاعر چار بہت عمدہ شعر لکھ کر اس کے حضور لایا۔ ہارون نے ہر شعر کے بدلہ میں ایک ایک ہزار اشرفی دی اور شکوہ کیا کہ افسوس آپ صرف چار شعر لائے

ایک بار ہارون نے اپنے ایک سیاسی حریف امام یحیٰ کو تین بار قید کیا اور تین بار رہائی دی بریت ظاہر ہونے پر ہر رہائی کے وقت وہ انہیں ایک لاکھ اشرفی ہرجانہ ادا کرتا۔ اس طرح ہارون نے امام یحیٰ کو تین لاکھ اشرفیاں ہرجانہ میں ادا کیں۔

ہارون الرشید اپنی ذات پر اسراف کو پسند نہ کرتا تھا۔ مسعودی فرماتے ہیں ایک بار ہارون الرشید اپنے ایک عہدیدار کے ہاں مہمان ہوا۔ دسترخوان بچھا تو ہارون کے سامنے ایک ایسا جام پیش ہوا جو مچھلی کی صورت میں جمایا اور کاٹا گیا تھا۔ ہارون نے اس جام کو غیر معمولی پاکر اس کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ اسے بتایا گیا کہ اسکی تیاری پر ایک ہزار درہم خرچ آئے۔ اسی وقت ہارون نے ایک ہزار درہم منگوائے اور خدام سے کہا محل کے باہر جائیں اور آس پاس جمع مساکین و غرباء میں یہ درہم بانٹ دیں۔ اس خیرات کے باوجود اس نے اتنا قیمتی جام نوشِ جان نہیں کیا اور حکم دیا یہ جام اسی حالت میں محل کے باہر جمع فقراء میں سے پہلے فقیر کو دیدیا جائے۔ میزبان نے یہ جام بڑی محنت و محبت سے تیار کرایا تھا۔ اس نے اپنے آدمی دوڑائے کہ یہ جام جس فقیر کو دیا جائے اس سے خرید لیں اور واپس لے آئیں۔ ہارون کو معلوم ہوا تو اس نے ایک دوسرے خادم سے سائل کو کہلوایا کہ یہ جام دو سو دینار سے کم میں نہ بیچے ایسا ہی ہوا جام دو سو دینار میں بکا اور پھر محل میں لوٹ آیا۔

مؤرخین نے ہارون کی ذاتی عادات و اطوار بیان کرتے وقت اسکی سخاوت پر بہت زور دیا ہے یہ امر واقعہ ہے کہ ہارون ایسا سخی بادشاہ اس تختۂ ارض پر کبھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ طبری نے اس کی سخاوت کی کئی مثالیں دی ہیں۔ وہ کہتا ہے جب عربی کا مشہور شاعر مروان ابی حفصہ پہلی بار ہارون کے پاس آیا اور اسے چند اشعار سنائے تو اس نے اسے پانچ ہزار اشرفیاں اسی وقت عطا کر دیں۔ اس نے ایک دن اپنے ایک مصاحب ابن ابی مریم کو جو اسکی تنہائیوں کا ندیم تھا۔ ایک خوشامدی پر ایک نفیس پھبتی کسنے کے عوض میں ایک لاکھ درہم بخشے۔

ایک بار اسی ندیم کی مالی حالت کچھ اچھی نہ تھی خود سخی ہارون کا خزانہ بھی خالی تھا ورنہ وہ اسے تشنہ نہ رہنے دیتا۔ یہ بڑا ذہین آدمی تھا اس نے

ہارون سے التجا کی آپ کم از کم مجھ پر اتنی نوازش کریں کہ کل کیلئے بیمار بن جائیں اور مجھے اپنا حاجب بنا دیں۔ ہارون مسکرایا اور پوچھا لیکن اس سے ہمیں کیا حاصل ہوگا؟ ابن ابی مریم نے عرض کیا اگر آپ چاہیں تو ہم اس دن جو کمائیں گے اس میں سے آدھی رقم آپکی نذر کریں گے۔ ہارون اور اسمیں یہ بات طے ہوگئی کہ اس دن کی کمائی آدھی ہارون لیں گے۔ آدھی ابن ندیم کو ملے گی۔

ہارون بیمار پڑ گیا۔ اس کے جسم پر دوا کی مالش شروع ہوئی اور مزاج پرسی کیلئے امراء، وزراء بیگمات اور دوسرے زعماء کے نمائندے آنے لگے سب سے پہلے امّ جعفر (زبیدہ) ملکہ ہارون کا نمائندہ آیا ابن ابی مریم نے اسے ہارون کے حضور باریاب کیا وہ جب واپس ہونے لگا تو اس سے کہا "سیدہ سے کہنا ہم نے سب سے پہلے آپ کے آدمی کو باریابی کی عزت دی ہے"۔ حالانکہ امر واقعہ یہ تھا کہ وہ آیا ہی پہلے تھا۔ اور اس وقت کوئی دوسرا موجود نہ تھا۔ بہر حال زبیدہ نے اس کا منشاء سمجھ لیا اور صلہ میں بہت سی رقم اس مصاحب کو بھجوائی۔

پھر وزیر اعظم یحیٰی کا نمائندہ آیا اسے بھی باریاب کرنے کے بعد ابن ابی مریم نے یہی بات یحیٰی سے بھی کہلوائی۔ وہاں سے بھی اس کی حیثیت کے مطابق صلہ آیا پھر جعفر، فضل اور دوسرے وزراء کے نمائندے آئے ہر ایک کو واپسی پر اس نے یہی کہلوایا۔ کچھ اتفاق کی بات تھی یا اس ظالم نے اہتمام ہی کچھ اس طرح کیا تھا کہ بڑے امراء کو ہارون کی علالت کی خبر باری باری دیتا اور وہاں سے پُرسانِ حال ٹھہر ٹھہر کر آتے رہے شام کو اس کے پاس ساٹھ ہزار اشرفیاں جمع ہوگئی تھیں۔ ہر امیر نے اس کا پیغام پاکر اور اس کا منشاء سمجھ کر اسے اپنی حیثیت کے مطابق صلہ بھجوایا تھا

شام کو ہارون نے غسلِ صحت کیا تو اس نے اس سے پوچھا۔ کتنی کمائی ہوئی؟ اس نے عرض کیا۔ ساٹھ ہزار اشرفی۔ ہارون حیران ہوا مگر اس کی ذہانت و طباعی سے واقف تھا۔ مسکرایا اور کہا لاؤ ہمارا حصّہ۔ اس نے آدھی رقم خدمت میں ڈھیر کر دی۔ ہارون نے یہ رقم مسکرا کر اُسے واپس کر دی۔ البتہ اس کے عوض میں اس سے دس ہزار سیب منگوالیے اور امراء کو صحت کی خوشی میں تحفۃً بھیجے۔

محدّث ابو سفیان بن عیینہ راوی ہیں ایک بار ہارون الرشید نے ہم کو بلوایا۔ ہم اس کے پاس گئے۔ ہمارے پیچھے حضرت فضیلؒ بھی داخل ہوئے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا اے سفیان! امیر المؤمنین کون ہیں؟ میں نے کہا 'یہ' اور ہارون کی طرف اشارہ کیا۔ فضیل نے ہارون سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے خوبصورت چہرے والے! تو ہے جس کو ملّت کی سربراہی کی عزّت بخشی گئی۔ کیا یہ تو ہے جس کی گردن میں ملّت کی قیادت کا قلادہ ڈالا گیا ہے؟ اے خوبصورت

پہرے والے تجھ پر بڑی ذمہ داری کا بوجھ ڈالا گیا ہے۔ ہارون نے یہ بات کیا سنی اسے اپنی ذمہ داری کا بوجھ واقعتاً محسوس ہونے لگا اور اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو یاد کر کے زار زار رونے لگا۔ یہ رونا تنہائی میں نہ تھا بھرے دربار میں تھا۔

ایک دفعہ محدث فضیلؒ دوسرے محدثین کے ہمراہ ہارون کے پاس آئے۔ واپسی کے وقت ہارونؒ نے ان سب کو ایک ایک تھیلی اشرفیوں سے بھری ہوئی عطا کی۔ سب نے یہ تحفہ قبول کر لیا لیکن محدث فضیلؒ نے یہ تھیلی ردّ کر دی۔ ہارون نے ان سے درخواست کی:-

"اگر آپ اسے اپنے اوپر خرچ کرنا جائز نہیں سمجھتے تو یہ مقروضوں کو دے دیجئے۔ ان سے بھوکوں کو روٹی کھلائیے اور ننگوں کو کپڑا پہنائیے۔"

فضیل اللہ والے لوگوں میں سے تھے اور ملک روحانی کے تاجدار تھے۔ انہوں نے ہارون کا اونچا ہاتھ لوٹا دیا اور منہ پھیر کر باہر آ گئے

ع کیا طبیعت ہے بادشاہوں کی

> "اگر تم لوگوں کی اپنے اموال سے مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم حسنِ اخلاق، بشاشت اور ہنستے چہرہ کیساتھ ان سے ملو۔ تاکہ کچھ تو انکی دلداری ہو۔" (حدیث نبویؐ)

بقیہ: دیدار محبوب صفحہ ۶ سے آگے

ہم سے کچھ سننے لگے کچھ سناتے لگے حضور نے دریافت فرمایا کہ "کیا ہماری خرید کردہ نئی جگہ اسلام آباد پسند آئی ؟" سب حاضرین نے یک زبان ہو کر عرض کیا حضور جگہ بہت اچھی ہے حضور نے فرمایا کہ ایک اور جگہ جو نسبتاً بہت سستی ہے ہمیں مل رہی ہے ہمارا خیال ہے کہ وہ بھی خرید لی جائے۔

ناچیز کو آتے وقت بھی حضور نے شرفِ ملاقات عطا فرمایا اور ناچیز کے ذاتی کیمرے سے گروپ فوٹو لینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

یہ ملاقات حضور کے اپنے دفتر میں ہوئی۔ حضور ہر وقت اپنے دفتر میں مصروف رہتے ہیں اور پیامِ حق کو چار دانگِ عالم میں پہنچانے کیلئے ہر دم سرگرداں نظر آتے ہیں یہ دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک ذات یہ تمام کام نہیں کر رہی بلکہ پوری جماعت ایک ہی بابرکت ہستی میں سما گئی ہے۔

٭

ہوتی نہ اگر روشن وہ شمعِ رخِ انور
کیوں جمع یہاں ہوتے سب دنیا کے پروانے

گرم ملکوں میں گرمیوں کے موسم میں یہ مرض عام ہوتا ہے لیکن آجکل یہ تخصیص نہیں رہی۔ دوسرے ملکوں خاص طور پر امریکہ میں جو ایک سرد اور معتدل ملک ہے جب گرمیوں میں لُو چلتی ہے تو ایک دن میں سینکڑوں افراد ہلاک ہو جاتے ہیں ہمارے ہاں عموماً یہ مرض جون اور جولائی میں ہوتا ہے۔

اسباب :۔

شدید گرمی کے وقت، خاص طور پر جب لُو چل رہی ہو، چلنا پھرنا، گرمیوں کے موسم میں آگ کے سامنے یعنی بھٹیوں وغیرہ پر کام کرنا، موسم گرما میں شدید ورزش کرنا اور گرم غذائیں کھانا اس کے عام اسباب ہیں۔

علامات :۔

اس مرض کے لاحق ہونے کے ساتھ سر درد شروع ہو جاتا ہے اور شدید بخار ہو جاتا ہے۔ آنکھیں اور چہرہ لال بھبھوکا ہو جاتے ہیں شدید پیاس لگتی ہے، بار بار پیشاب آتا ہے، بے کلی ہوتی ہے۔ دل تیزی سے دھڑکنے لگتا ہے۔ مریض پسینہ میں نہا جاتا ہے اور کمزوری سے بیہوش ہو جاتا ہے۔ متلی بھی ہوتی ہے اور کبھی کبھی اُبکائیاں بھی آتی ہیں۔

علاج :۔

جونہی مرض کا حملہ ہو مریض کو کسی سرد جگہ پر لے جا کر آرام سے لٹائیں۔ سر پر ٹھنڈا پانی ڈالیں۔ کپڑے کی پٹیاں برف کے پانی میں بھگو کر سر اور پیشانی پر رکھیں ان پٹیوں کو بدلتے رہیں مندرجہ ذیل نسخہ اطباء کا آزمودہ اور معمول ہے

بیہدانہ کا لعاب ۳ ماشہ، شیرہ مغز کدو شیریں ۳ ماشہ، خرفہ سیاہ ۲ ماشہ، عرق گاؤزبان ۱۵ تولہ میں ملا کر شربت نیلوفر ۲ تولہ ملا کر پلائیں۔ پیاس رفع کرنے کیلئے شربت بزوری بار بار پلائیں۔ گھبراہٹ دور کرنے کیلئے خمیرہ مروارید چھ ماشہ کھلائیں۔ کچے آم کو گرم راکھ میں دبا دیں۔ پندرہ بیس منٹ بعد اس کو نکال کر اسکا رس اچھی طرح نچوڑ لیں۔ اس رس میں چینی، برف یا سرد پانی ملا کر دو دو گھنٹے بعد پلائیں نہایت مفید نسخہ ہے۔

شدید گرمی میں دوپہر کے وقت چلنے پھرنے سے پرہیز کریں اور پیاز دہی، پودینہ کی چٹنی اور سکنجبین کا کثرت سے استعمال کریں۔

غذا اور پرہیز :-

لُو کے مریض کا معدہ خالی نہیں رہنا چاہئے لیکن غذا ہلکی ہونی چاہیئے، مونگ کی کھچڑی، دلیہ ساگودانہ، دودھ، ڈبل روٹی اور تربوز وغیرہ دیں عام گرم اور مرغن اشیاء انڈہ، مچھلی اور مٹھائیوں وغیرہ سے پرہیز کریں (ماخوذ)

(مرسلہ: فرید طاہر۔ کراچی)

مجلس ربوہ - مئی ۸۵ء

• ۵ مجالس مذاکرہ منعقد ہوئیں • بیت بازی اور نظم کا ایک ایک مقابلہ اور تلاوت کے دو مقابلے ہوئے۔ • چنیوٹ اور فیصل آباد کی ٹیموں سے کرکٹ کے چھ دوستانہ میچ کھیلے گئے • ۳ حلقوں نے پکنک منائی • ۷ افطار پارٹیوں کا اہتمام کیا گیا اور ایک اجتماعی سیر ہوئی • ۲۵۰۰ کی تعداد میں رمضان کے بارہ میں سرکلر لیٹر خدام کو بھجوایا • ۲ حلقوں نے کل ۳۶ وقار عمل کیے • مجلس دارالرحمت کے زیر اہتمام بی اے کا امتحان دینے والے طلباء کی فری کوچنگ کلاس لگائی گئی • مریضوں کو ۳ بوتل خون کا عطیہ دیا گیا • ۳ بکرے صدقہ کیا گیا • دو طلباء کو نئی کاپیاں اور کتب خرید کر دی گئیں • مکھی مار مہم کے تحت ہر محلہ میں ایڈیشنل منتظم وقار عمل مقرر کر کے گھروں میں مکھی مار دوائی تقسیم کی گئی اور گندگی کے ڈھیروں پر چھڑکاؤ کیا گیا۔ (معتمد مقامی)

وقت کی ضرورت

مکرم ثاقب زیروی صاحب

محبت اور عقیدت کے ترانوں کی ضرورت ہے
سراپا درد ہوں جو ان فسانوں کی ضرورت ہے

ہو جنکے ہر حرف میں انگبیں سے بڑھ کے شیرینی
ہمیں ان صاف گو شیریں بیانوں کی ضرورت ہے

خدا کے نام پر جو جان دینا آبرو جانیں
خدا کے دیں کو ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے

جو سینچیں خونِ دل سے گلستانِ احمدیت کو
ہمیں اسوقت ایسے باغبانوں کی ضرورت ہے

تمدن کے علاوہ زہد و تقویٰ میں بھی افضل ہوں
امارت کے ہمیں صرف ان گھرانوں کی ضرورت ہے

جوانوں کے عزائم میں عمل کی بجلیاں بھر دیں
ہمیں ان حشر پرور داستانوں کی ضرورت ہے

حمیت جن کا مسلک ہو مروت جنکا شیوہ ہو
... وقت کو اُن نوجوانوں کی ضرورت ہے

دعائیں جنکی ہوں ارض و سما کی قوتیں ثاقب
خدائے پاک کے ان رازدانوں کی ضرورت ہے

★

● ساڈے واسطے تُسیں ای فرعون او

۵۶-۵۷ء میں میں اپنے گاؤں اور جمہ سے ۸-۹ میل دور ایک مڈل سکول میں پڑھاتا تھا اور اکثر گھوڑی پر آیا جایا کرتا تھا۔ ایک زمیندار کا لڑکا میری کلاس میں پڑھتا تھا اور عموماً اپنی غیر حاضری کی وجہ سے مار کھایا کرتا تھا چنانچہ وہ امتحان میں فیل ہوگیا۔ میں ایک دن سکول آرہا تھا تو سڑک کے ساتھ ہی اس کے زمیندار والد نے ہل جوت رکھا تھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر بیل کھڑے کئے اور حقہ اٹھا کر قریب آگیا اور گھوڑی کی لگام پر ہاتھ رکھ کر حقّے کی نے اس نے میری طرف بڑھا دی اور کہا کہ پیئو جی۔ میں ان دنوں بڑا حقّہ نوش تھا۔ میں نے حقہ اس کے ہاتھ سے پکڑتے ہوئے کہا کہ مجھے پکڑا دو چوہدری صاحب میں خود پکڑ کر پیتا ہوں۔ کہنے لگے نہیں ماسٹر جی آپ پیئیں میں نے جو پکڑ رکھا ہے۔ میں نے مذاقاً کہا کہ میں کوئی فرعون ہوں کہ آپ حقّہ پکڑ کر مجھے پلاتے ہیں تو برجستہ چوہدری صاحب نے فرمایا "ساڈے واسطے تسیں ای فرعون او"

● غیبی امداد

میں ۶۱ء میں سرگودہا سے سروس چھوڑ کر ربوہ آگیا۔ ایک پاؤں میں نقص کی وجہ سے مجھے ہمیشہ اپنا جوتا کسی موچی سے تیار کرانا پڑتا ہے۔ ۶۵ء میں میں نے لالیاں جوتا تیار کرنے کیلئے دیا ہوا تھا۔ ایک دن لینے گیا۔ موچی نے جتنے پیسے کہہ رکھے تھے اس سے دو روپے زیادہ لے لیے میرے پاس وہی زائد پیسے تھے جیب خالی ہوگئی سوچ رہا تھا کہ اب چونّی کرایہ کہاں سے لوں اور ربوہ واپس کیسے جاؤں؟ کہ اچانک آگے سے ایک خوش پوش نوجوان نے دیہاتی دستور کے مطابق سلام کیا اور جھک کر گھٹنے کو ہاتھ لگایا میں نے اسے اوپر اٹھایا تو وہ کوئی دس سال پہلے کا ایک شاگرد تھا۔ میں حیران رہ گیا کہ پنگر ذات کا یہ لڑکا اتنا صاف ستھرا یہاں کیسے؟ پوچھا تو اس نے کہا کہ ہم اپنے گاؤں سے اٹھ کر لالیاں آگئے تھے۔ میں نے میٹرک پاس کر کے جے وی کی ٹریننگ حاصل کی ہے اور آجکل کانویں والا میں ٹیچر ہوں۔ ہم دونوں کو مل کر بہت خوشی ہوئی وہ میرے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور ہم ایکدوسرے کے حالات پوچھتے رہے۔ میں نے اسے کئی بار کہا کہ بس جزاک اللہ آپ اب جائیں میں اڈے سے سوار ہو جاؤں گا۔ وہ اصرار کر کے ساتھ ہی آیا کہ میں نے

تجربے زندگی کے

میری تدریسی زندگی کے دلچسپ واقعات

مکرم ماسٹر احمد علی صاحب
ربوہ

کانویں والا جانا ہے اڈے سے اُدھر چلا جاؤں گا چنانچہ جب میں بس پر سوار ہو گیا تو وہ چلا گیا۔ میں بس میں سوار تو تھا مگر ان خیالات اور شرمندگی میں ڈوبا ہوا کہ ابھی کنڈیکٹر نے مجھ سے ٹکٹ کے لئے پیسوں کا مطالبہ کیا تو کیا بنے گا؟ جب وہ میرے پاس آیا تو میں نے یونہی خالی جیب کی طرف ہاتھ بڑھایا تو کنڈیکٹر نے کہا کہ آپ رہنے دیں آپکا کرایہ وہ آدمی اڈے پر ہی دے گیا تھا۔

● وفا سرشت

نومبر ۸۴ء میں مجھ پر جب فالج کا حملہ ہوا تو "الفضل" میں ایک دو دن میرے لیے درخواست دعا کا اعلان شائع ہوا۔ اس طرح بعض پرانے شاگردوں کو بیرونِ ملک بھی علم ہوا۔ شاید جنوری کے ابتدائی دن تھے کہ مجھے ملنے کیلئے ایک صاحب تشریف لائے حال احوال پوچھا اور سوال کیا کہ فلاں نام کے لڑکے کو جانتے ہیں میں نے کہا کیوں نہیں آپ ہی کا تو بیٹا ہے اور ۶۳ء میں میرے پاس آٹھویں میں پڑھتا رہا ہے۔ انہوں نے کہا آپ کے شاگرد کا خط آیا ہے کہ ماسٹر صاحب کا حال پوچھنا اور میرا خط انہیں دے دینا۔ میں نے خط پکڑ کر سرہانے کے نیچے رکھ لیا۔ چند منٹ بعد وہ چلے گئے۔ میں نے خط پڑھنے کیلئے کھولا تو اس میں سرخ سرخ نوٹ بھی تھے۔ اس نے لکھا تھا کہ آپکی بیماری کا اعلان پڑھ کر سخت تکلیف ہوئی بہت دعا کی۔ اور سوچا کہ اتنی دور بیٹھ کر کیا کر سکتا ہوں چنانچہ ایک ہزار روپے کا ایک حقیر سا نذرانہ پیش کر کے دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ مریض کی دعا اللہ تعالیٰ بہت قبول فرماتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جلد صحتِ کامل عطا فرمائے آمین۔ عاجز کو دعاؤں میں یاد رکھیں "

گرمیوں کے موسم میں

- گرمی میں خاص کر جبکہ لُو چل رہی ہو۔ اگر باہر سے آکر فوراً پانی پی لیا جائے تو نقصان دہ ہوتا ہے۔
- لُو چل رہی ہو تو حتی الامکان باہر نہ نکلئے اگر مجبوراً نکلنا پڑے تو خوب پانی پی کر اور گدی ڈھانک کر باہر نکلیں۔ کیونکہ لُو کا اثر زیادہ تر گدی پر ہوتا ہے۔
- آنکھ پر کبھی کسی چمکدار چیز کا عکس نہ ڈالیئے بعض اوقات یہ بڑا نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔
- اسی طرح ٹھنڈے کمرے سے ایک دم باہر گرمی میں نہیں نکلنا چاہیئے۔
- کثرت سے برف چباتے، ہڈی یا کوئی سخت چیز دانتوں سے توڑنے میں احتیاط کیجئے کیونکہ اس سے دانتوں کے علاوہ آنکھیں بھی متاثر ہوتی ہیں۔

سجدوں سے جبینوں کو چمکائے ہوئے رہنا

جناب سلیم شاہجہانپوری۔ نواب شاہ

اک آگ سی سینوں میں دہکائے ہوئے رہنا
سجدوں سے جبینوں کو چمکائے ہوئے رہنا

معمور سدا رہنا ایماں کی حرارت سے
پہلو میں دلوں کو تم گرمائے ہوئے رہنا

دیتے ہی سدا رہنا پیغام محبّت کا
دنیا سے نہ تم ہرگز اکتائے ہوئے رہنا

بے چین سدا رہنا دنیا کی ضلالت پر
گمراہیٔ عالم پر غم کھائے ہوئے رہنا

جس ملک میں بھی پہنچو پیغامِ خدا لے کر
پرچم تو صداقت کے لہرائے ہوئے رہنا

دینداری و تقویٰ کو تم پیشِ نظر رکھنا
دنیا کی بھی ہر گتھی سلجھائے ہوئے رہنا

لذّات سے دنیا کی رکھنا نہ تعلق تم
دنیا کے علائق سے کترائے ہوئے رہنا

دل جیت سکو گے تم اخلاق و محبّت سے
اخلاقِ کریمانہ اپنائے ہوئے رہنا

افضالِ خداوندی پر شکر ہی لازم ہے
کچھ زیب نہیں دیتا اترائے ہوئے رہنا

دنیا ہی بدل ڈالی مرشد نے سلیم اپنی
ہر غیظ کو پی جانا غم کھائے ہوئے رہنا

کاہنوں کا مبلغ علم

سیدنا حضرت فضل عمر فرماتے ہیں:

"کاہن وہ لوگ ہوتے ہیں جو مختلف علامات سے آئندہ کی خبریں بتاتے ہیں۔

کاہن درحقیقت ارڑ پوپو قسم کے لوگوں کو کہتے ہیں جو بعض علامتوں وغیرہ سے اخبارِ غیبیہ بتاتے ہیں۔ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی خبریں بتاتے تھے۔ بعض نادان آپؐ کو کاہن کہہ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُن کی اخبار تو محض اخبار ہوتی ہیں اور اسکی اخبار تذکیر کا پہلو رکھتی ہیں۔ اور اصلاحِ نفس اور اصلاحِ قوم سے تعلق رکھتی ہیں۔ پھر یہ بھی کاہن کیونکر ہوا۔ کاہنوں کی خبریں تو ایسی ہوتی ہیں جیسے مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کو ایک نے بتائی تھی۔ مولوی صاحب نے ایک دفعہ پردہ میں ایک ارڑ پوپو کو اپنا ہاتھ دکھایا۔ اُس نے عورت سمجھ کر خاوند کے متعلق باتیں بنانی شروع کر دیں۔ جب وہ بہت کچھ بیان کر چکا تو مولوی صاحب نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اپنی داڑھی اس کے سامنے کر دی یہ دیکھ کر وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور پھر کبھی اس محلہ میں نہیں آیا۔"

(ناصر احمد۔ ربوہ)

والدہ محترمہ کی یاد میں

(مکرم شیخ کریم الدین صاحب ایڈووکیٹ - قائد ضلع بہاولنگر)

میری والدہ محترمہ زیتون بیگم صاحبہ زوجہ شیخ اقبال الدین صاحب کی وفات مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۸۵ء کو ہوئی۔

آپ نہایت عبادت گزار خاتون تھیں۔ ایک عرصہ تک جماعتی امور میں بھرپور حصہ لیتی رہیں بطور صدر لجنہ اماء اللہ بہاولنگر آپکی خدمات بے انتہا ہیں۔ محترم والد صاحب ایک عرصہ تک بطور امیر ضلع بہاولنگر خدمات بجالاتے رہے۔ اس عرصہ میں مرحومہ نے جماعتی امور میں بھرپور تعاون کیا اور مہمانوں کی خدمت کی سعادت ایک لمبے عرصہ تک حاصل کرتی رہیں۔ آپ نے شہر کی دیگر سماجی تنظیموں کے ساتھ بھی بھرپور تعاون کیا۔ آپ سول کلب (زنانہ) بہاولنگر کی ابتدائی رکن تھیں۔ بوقت وفات آپکی عمر ۷۰ سال تھی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین)

یہ مضمون چند تاریخی کتب سے مرتب کیا گیا ہے۔ اگر گلاسگو یا انگلستان کے کوئی احمدی دوست اس شہر کے تازہ ترین علمی، معاشرتی اور مذہبی مزاج پر روشنی ڈالیں تو شکریہ کے ساتھ شائع کیا جائے گا۔

نیا احمدیہ مشن ہاؤس ایک نیا روحانی مورچہ

گلاسگو

۱۰ مئی ۱۹۸۵ء کو حضور نے نئے گلاسگو مشن ہاؤس کا افتتاح فرمایا

مکرم عبدالرشید انور صاحب۔ اسلام آباد

سکاٹ لینڈ (برطانیہ) کے علاقہ میں واقع خوبصورت شہر گلاسگو برطانیہ کے شہروں میں دوسرا بڑا اور سکاٹ لینڈ کا سب سے بڑا شہر ہے۔ برطانیہ بھر میں اس کا دوسرا بڑا امتیاز یہ ہے کہ یہ اپنے سبزہ زاروں اور خوبصورت پارکوں کے لحاظ سے برطانیہ بھر میں مشہور ترین مقام ہے۔

سکاٹ لینڈ کی کل آبادی ۵۱,۱۶,۰۰۰ ہے جبکہ صرف گلاسگو کی آبادی ۷,۶۲,۲۸۸ نفوس ہے یعنی صرف گلاسگو کی آبادی سکاٹ لینڈ کی کل آبادی کا ۱۵ فیصد ہے۔

گلاسگو کا پرانا نام (CLETIC - GLAS - CLESCHU) تھا پھر اسے GHU کا نام دے دیا گیا۔ جس کا مطلب پیارا سبزہ زار اور شاید اسی سے گلاسگو GLAS-GOW بنا۔

گلاسگو سکاٹ لینڈ کی تین اہم بندرگاہوں میں سے ایک ہے اور بحر اوقیانوس پر واقع ہے۔ دریائے کلائیڈ CLYDE اس کے درمیان سے گزرتا ہے۔

ماقبل تاریخ کے زمانہ میں اس مقام پر ایک اہم گاؤں کے آثار کا ذکر ملتا ہے۔ جبکہ گلاسگو کو حقیقی استحکام ۵۵۰ء میں حاصل ہوا جب ایک عیسائی KENTIGERN جسے ST. MUNGO کے نام سے پکارا جاتا تھا یہاں کے اصل باشندوں BRITONS اور پھر بعد میں آکر آباد ہونیوالے (STRATHCLYDES) کو عیسائی بنانے کی غرض سے یہاں آیا۔ اس نے ایک منظم عیسائی معاشرہ کی بنا ڈالی۔ اور ایک مشہور چرچ کی بنیاد رکھی۔ آجکل اسی مقام پر ایک کیتھڈرل تعمیر ہے جو اگرچہ ST. MUNGO کے نام سے ہی

منسوب ہے لیکن اسکی تعمیر ۱۲ ویں صدی میں شروع ہوئی تھی۔

۱۴ ویں صدی عیسوی گلاسگو کیلئے خوشحالی اور فتح کے دور کی خبر لے کر آئی جب ۱۳۵۰ء میں دریائے کلائیڈ پر پتھر کا سب سے پہلا پل بنایا گیا بارہویں صدی کے اختتام تک ولیم جس کو " THE LOIN " کے نام سے پکارا جاتا تھا کے ذریعہ سے گلاسگو کو ۔ BURGH OF ۔ BARONY کا نام دیا گیا تھا۔ لیکن پھر جیمز ششم کے زمانہ میں گلاسگو کو ROYAL BURGH کا درجہ دے دیا گیا۔ بعض لوگوں نے اس واقعہ کا زمانہ ۱۴۵۰ء بتایا ہے۔

گلاسگو چونکہ اہم شاہراہوں کے مرکز میں ہائی لینڈ، LOW LAND اور سکاٹ لینڈ کے دارالسلطنت ایڈن برگ کے درمیان واقع ہے۔ اس لیے رائل برگ کا درجہ ملنے کے بعد ایک زبردست تجارتی مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا اور ترقی اور خوشحالی کی راہ پر بہت تیزی سے گامزن ہو گیا خصوصاً جب ۱۸ ویں صدی کے آغاز میں امریکہ کے ساتھ تجارتی روابط کو فروغ حاصل ہوا۔

گلاسگو کوئلہ، کپاس، سن اور HERRING (مچھلی) یورپ کے دوسرے ممالک کو برآمد کرتا تھا لیکن نئی دنیا یعنی امریکہ کے ساتھ تمباکو چینی اور گنے کی شراب کے سلسلہ میں تجارتی تعلقات نے گلاسگو کی معیشت پر بہت خوشگوار اثرات مرتب کئے۔ نتیجۃً بڑی بڑی جائیدادیں بنائی گئیں۔ اور انہیں تجارتی مقاصد کے لیے استعمال میں لایا گیا۔ اسی طرح گلاسگو کی سب سے بڑی جائیداد دریائے کلائیڈ کی مزید کھدائی کر کے گہرا کیا گیا اور شہر کے مرکز تک جہازرانی کے قابل بنایا گیا۔

تاہم ۱۷۴۵ء میں ایک باغیانہ فطرت کے مالک حکمران چارلس ایڈورڈ جسے THE YOUNG - PRETENDER (نوجوان عیار) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کی طرف سے مسلط شدہ فوج کے ذریعہ تقریباً سارے کا سارا گلاسگو تباہ کر دیا گیا۔

جبکہ ۱۷۷۵ء میں اس پر مزید دھچکہ امریکی نوآبادیوں کی طرف سے بغاوت کے نتیجہ میں تمباکو کی تجارت کے خاتمہ کی وجہ سے لگا اسی طرح سے (۱۸۶۱-۶۵) میں امریکہ کی خانہ جنگی کے باعث بھی گلاسگو کی تجارت پر بہت برا اثر پڑا۔

لیکن پھر صنعتی انقلاب کے ساتھ، کوئلے کی کانوں، فولاد کی صنعت اور کیمیکلز کی تیاری، اسی طرح سے جہاز سازی کی صنعت نے ایک دفعہ پھر گلاسگو کی تجارتی حیثیت کو اجاگر کر دیا۔

لیکن ۱۹۷۰ء کے عشرہ میں جہاز سازی کی صنعت اور بھاری صنعت کو پھر سے دھچکا لگا لیکن اس کے باوجود اس شہر کی تجارتی حیثیت قائم رہی۔

اس وقت گلاسگو کی ٹیکسٹائل کی مصنوعات خورد و نوش کی اشیاء، تمباکو، کیمیکلز اور انجینئرنگ

کے آلات بین الاقوامی شہرت کے حامل ہیں۔

اس کے قابلِ دید مقامات میں سینٹ منگو کا کیتھڈرل جو شہر کے شمال مشرق میں واقع ہے اور PROVOND'S LORD SHIP جو گلاسگو کی قدیم ترین رہائش گاہ (ہے) کے علاوہ پانچ انتہائی قدیم عمارتیں ہیں۔ علاوہ ازیں میونسپل بلڈنگز ہیں جنکا افتتاح ۱۸۸۸ء میں ملکہ وکٹوریہ نے کیا تھا۔ گلاسگو میں برطانیہ کی نسبت زیادہ پارک اور خوشگوار صحت افزا مقامات ہیں۔ اسی طرح سے آرٹ گیلریاں اور عجائب گھر قابلِ دید ہیں۔ ان میں سے ایک اہم عجائب گھر THE HUNTERIAN ہے جو ۱۸۰۷ء میں قائم ہوا گلاسگو یونیورسٹی میں واقع ہے۔

گلاسگو ایک قابلِ ذکر تعلیمی مرکز بھی ہے جس میں مشہورِ زمانہ گلاسگو یونیورسٹی کے علاوہ ہر قسم کے سکول اور کالج بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح سے گلاسگو سکول آف آرٹ بھی قابلِ ذکر ہے۔

جارج سکوائر گلاسگو کا مرکزی چوراہا ہے اور بیشمار مجسموں کے باعث بہت مشہور ہے۔ اسی طرح سے TOL BOOTH STEEP، رائل ایکسچینج اور سٹاک ایکسچینج کی عمارات بھی بہت خوبصورت ہیں۔ گلاسگو یونیورسٹی مخلوط تعلیم کا خود مختار ادارہ ہے جسکی معاونت حکومت کی طرف سے کی جاتی ہے۔ یہ اعلیٰ تعلیم کیلئے بین الاقوامی شہرت کی حامل ہے۔ اسکی بنیاد ۱۴۱۵ء میں ڈالی گئی سٹیم انجن کی وجہ سے شہرت پانے والے جیمز واٹ اور اسی طرح سے دیگر بہت سے شہرت یافتہ اساتذہ کے باعث اس یونیورسٹی نے بہت تیزی سے بین الاقوامی شہرت پائی ہے۔

اس یونیورسٹی میں چھ شعبے ہیں

۱۔ آرٹ ۲۔ مذہب ۳۔ قانون ۴۔ طب ۵۔ سائنس اور ۶۔ انجینئرنگ

۱۹۷۰ء کے عشرہ کے اختتام پر اس یونیورسٹی کے طلباء کی تعداد ۹۰۰۰ سے تجاوز تھی۔

میرا دل اس نے روشن کر دیا ہے
اندھیرے گھر کا میرے وہ دیا ہے
اسی کے عشق میں نکلے مِری جاں
کہ یادِ یار میں بھی اِک مزہ ہے

ہفتہ وصولی

تمام مجالس ہائے خدام الاحمدیہ ۵ تا ۱۲ جولائی ہفتہ وصولی منائیں اور ہر خادم و طفل سے ذاتی رابطہ قائم کرکے تینوں مدات میں وصولی کی کوشش کریں اگر آپنے ابھی تک بجٹ نہیں بھجوایا تو فوری طور پر بھجوائیں اور وصول شدہ رقوم مع تفصیل ۲۰ جولائی تک مرکز کو ارسال کریں اور ہفتہ وصولی کی رپورٹ بھی بھجوائیں۔ مہتمم مال

رجسٹرڈ
HERCULES
مضبوطی میں بے مثال
کارکردگی میں لاجواب
ہرکولیس
امپورٹڈ میٹریل سے تیارشدہ
HERCULES
ہر قسم کی گاڑیوں کے سپرنگ پلیٹ بلیڈ اور کمانی پٹیاں
میاں بھائی
۱۰ منٹگمری روڈ، لاہور۔ فون نمبر 223372
223373

حضرت حکیم نظام جان کا چشمۂ فیض
مشہور دواخانہ رجسٹرڈ
چوک گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ
اور بالمقابل ایوانِ محمود ربوہ
اب حکیم عبدالحمید رجسٹرڈ درجہ اول
کی زیرِ نگرانی کام کرتا ہے
ربوہ فون نمبر ۶۳۸ - گوجرانوالہ فون نمبر ۷۴۰۴۴

UNIVERSAL
VOLTAGE STABILIZER
STAVAL
UNIVERSAL
FOR
REFRIGERATORS
DEEP FREEZERS T.V. &
AIR-CONDITIONERS
یونیورسل الیکٹرونکس
۲۲ - لیسین سٹریٹ
ہال روڈ۔ لاہور فون: ۶۱۷۶۵
۵۷۴۹۰
۳۲۲۷۵۱
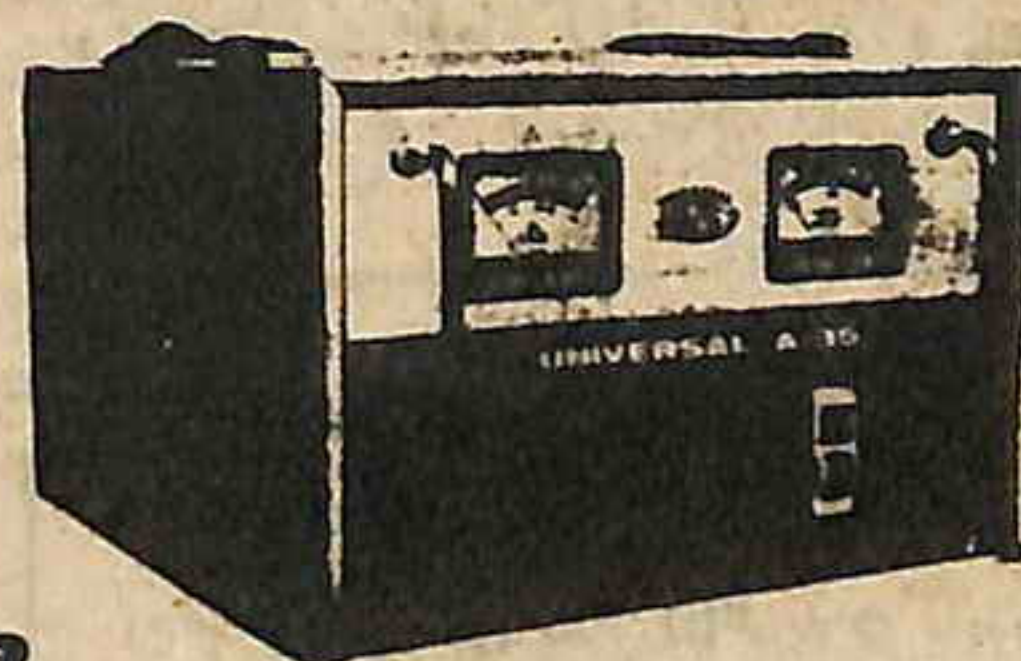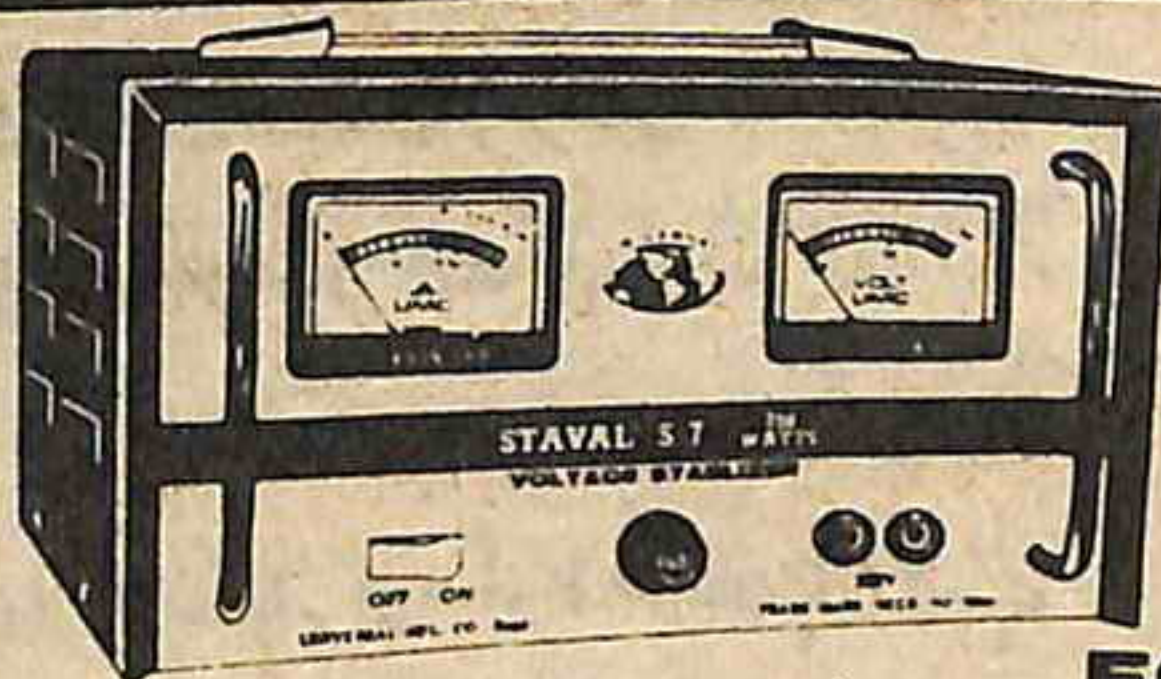
سفر نامہ بھارت

پہلی قسط

دکن سے ہمارے دلی مراسم اس وقت سے ہیں جب سے ہم نے ذوق کا یہ شعر سنا تھا۔

ہے دکن میں آجکل گرچہ بہت قدرِ سخن
کون جائے ذوقؔ پر دلّی کی گلیاں چھوڑ کر

یہ شعر بھی عجیب طلسماتی شعر ہے جو قیودِ زمانہ سے آزاد ہے کہ اسکو کہے ایک صدی سے زائد عرصہ ہونے کو آیا مگر دکن جا کر یوں لگتا ہے جیسے آجکل ہی یہ شعر کہا گیا ہو کیونکہ اب بھی دکن میں قدرِ سخن کا یہی حال ہے جو پہلا تھا بلکہ شاید پہلے سے کچھ زیادہ ہے اب بھی وہاں ایسے مشاعرے اور ادبی محفلیں ہوتی ہیں جیسا کہ پہلے ہوتی تھیں۔ اس لحاظ سے دکن کو آج کے بھارت میں اردو کا محافظ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا اگر اردو دلّی کی گود میں پروان چڑھی ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ اس پر شباب دکن میں آیا ہے۔ بلاشبہ آج دکن علم و ادب کا گھر اور اردو کا مرکز ہے۔ اس شعر کے پیشِ نظر جب ہم نے دلّی کی گلیوں اور دکن کی شاہراہوں کا جائزہ لیا تو بالآخر ذوقؔ کے ذوق کی داد دینی پڑی۔ اور ان کے جذبۂ حب الوطنی کو بھی سراہنا پڑا۔

سفرِ دکن کی تقریب کچھ اس طرح پیش آئی کہ ہم نے اپنے ایک مہربان دوست سے سن رکھا تھا کہ حیدرآباد دکن کی لائبریری میں حدیث کے کئی

آوردہ ام

ح م۔ احمد کے سے

مخطوطات محفوظ ہیں۔ حدیث کا طالبعلم ہونے کے علاوہ ہمیں لائبریریاں دیکھنے کا بھی شوق ہے۔ یہ شوق نہ صرف باعث سفر بنا بلکہ ہمسفر اور زادِ راہ بھی۔ حسنِ اتفاق سے ۱۹۸۲ء کے جلسہ سالانہ پر حیدرآباد دکن کے مربی جناب حمید الدین شمس صاحب سے ملاقات ہوئی تو ان سے اس شوق کا تذکرہ ہوا۔ انہوں نے فوراً آنے کی دعوت دی۔ اور تجویز کیا کہ رمضان میں آپکو موسمی رخصتیں ہونگی اگر اس مہینہ میں آپ آجائیں تو ہم آپ کے اور آپ لائبریریوں سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔

ویزا ملنے کے چند روز بعد ہم نے ہرچہ باداباد کہہ کر وادیٔ غربت میں قدم رکھا۔

بارڈر پر : سوموار کی صبح جو رمضان المبارک کی پہلی تاریخ تھی ہم لاہور بارڈر پر پہنچے ...... سن رکھا تھا کہ بارڈر پار کرنا "پل صراط"

عبور کرنے کے مترادف ہے اور اس پل صراط سے آنیوالے دوستوں نے ہمیں خبردار کرتے ہوئے نصیحت کی تھی

" دائیں بائیں مت دیکھنا اور تیزی سے اس پل کو عبور کر جانا ورنہ جہاں رکے وہاں پھنسے" یہ بھی سنا کہ اس پل صراط کے داروغے بڑے سخت ہیں وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتے ۔ دنیا کے اس "پل صراط" کی آزمائشوں سے ہمارا پہلا واسطہ تھا ۔ اگر اس کے بیان میں بارڈر کے "مزدوروں" اور "قلیوں" کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ مضمون ادھورا رہے گا ۔ بارڈر سے باہر ہی یہ مزدور اپنے شکار کی تاک میں ہوتے ہیں اور انکی کوشش ہوتی ہے کہ کوئی نیا مرغا پھنسے تو عید ہو ۔ ہرچند کہ قلی کی اجرت ۱۰/روپے مقرر ہے ۔ مزدوروں کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ بارڈر عبور کرنیوالے نووارد کو حسب توفیق لوٹ لیا جائے ۔ میں نے دلی جا کر سنا کہ ایک خاتون بال بچوں سمیت پہلی مرتبہ اپنے میکے پاکستان سے بھارت آرہی تھی ۔ پہلے تو سامان کی پڑتال کے وقت اس کے پہنے ہوئے زیور تک دھروا لیے گئے کہ یہ ساتھ نہیں لے جا سکتی ۔ بڑی مشکل سے کچھ دے دلا کر خلاصی ہوئی تو "ابتلاءِ مزدوراں" اس سے بھی سخت تر نکلا ۔ تھے دیانتدار انہوں نے کہا کہ اجرت تو دس روپے ہے لیکن اگر آپ بخیریت بارڈر پار کرنا چاہتی ہیں تو اڑھائی صد روپے دیدیں آپ کی کوئی چیکنگ نہیں ہوگی ۔ وہ عورت پہلی چیکنگ سے خوفزدہ تھی اڑھائی صد روپے دے کر چھٹکارا حاصل کیا اور مزدوروں کی جان کو روتی ہوئی دلی پہنچی ۔

حسنِ اتفاق سے ہمیں نسبتاً ایک شریف مزدور سے واسطہ پڑا ۔ صرف دس روپے میں وہ ہمارا قلی بھی تھا اور گائیڈ بھی ۔ چنانچہ اس نے ہمیں سب کچھ بتا دیا کہ پاسپورٹ کا اندراج امیگریشن آفس میں اور سامان کی پڑتال کسٹم آفس میں کروانی ہے اور وہ جگہیں بھی اس نے دکھا دیں لیکن اپنا قلی نمبر نہ بتایا ۔ اور نہ ہی ٹھیکیدار سے اپنی پرچی کٹوائی ، جس سے مسافر کا سامان تو محفوظ ہو جاتا ہے لیکن مزدور کی آدھی مزدوری ٹھیکیدار لے لیتا ہے ۔

امیگریشن آفس میں تو سامان اللہ توکل اس مزدور کے سپرد کر کے گئے واپس آتے ہی سامان کی فکر تھی دیکھا تو سامان موجود اور قلی غائب ۔ کسٹم آفس میں سامان لے جا کر پڑتال کروائی باہر نکلے تو قلی صاحب موجود تھے ۔ معلوم ہوا کہ دریں اثناء کسی اور شکار کی تاک میں تھے ۔ چونکہ بارڈر کے مزدور کرنسی وغیرہ بدلنے کا کاروبار بھی کرتے ہیں اس لیے ان کو اس میں بھی وقت دینا پڑتا ہے ۔

..... خیر واپس تشریف لا کر موصوف مجھ سے یوں گویا ہوئے کہ آپ سامان اٹھا کر سامنے موڑ پر پہنچیے میں وہاں آتا ہوں ۔ میں نے کہا تم کیوں نہیں اٹھاتے ؟ کہنے لگا اگر میں ساتھ چلوں تو آپکو دس روپے زیادہ دینے پڑیں گے ۔ میں آپ کے پیسے بچا رہا ہوں ہم

ایمان بالغیب لاتے ہوئے خود سامان اٹھا کر چل دیئے ابھی چلے ہی تھے کہ دوسرے مزدور آ کر پوچھیں جناب آپ نے مزدور کر لیا۔ کیا ہم ساتھ چلیں ؟ میں نے انکو اپنے مزدور کا حال سنایا تو مسکرا کر چل دیئے بعد میں معلوم ہوا کہ اگر وہ وہاں سے سامان اٹھاتا تو اسے ٹھیکیدار سے پرچی کٹوانی پڑتی اور نصف اجرت ۵/- اسے دینی پڑتی۔

ع رموز مصلحت خویش خسرواں دانند

لیکن وہ قلبی قول کا پکا نکلا۔ موڑ پر آ گیا اور سامان اٹھاتے ہی جتانے لگا کہ جناب آپ کے دس روپے بچا دیئے ہیں نیز یہ پیشکش کی کہ اگر کوئی سامان کسٹم ڈیوٹی سے نکلوانا ہو تو ہماری خدمات حاصل کریں سستا کام ہو جائے گا لیکن ہم نے سنی ان سنی کر دی کیونکہ ہمیں یہی نصیحت کی گئی تھی

جب تھوڑا سا آگے گئے تو کہنے لگا میری مزدوری دے دیجئے گیٹ پر سب کے سامنے پیسے نکالنا خلاف مصلحت ہے ہم نے پھر اسکی بات کو ہی قرین مصلحت جانا اور اس کے کہنے پر عمل کیا لیکن اسکی مصلحت آگے جا کر ظاہر ہوئی۔ تھوڑا سا آگے چلے تو کہنے لگا دس روپے اور دیجئے پوچھا کیسے ؟ کہنے لگا آگے جا کر دینے پڑتے ہیں۔ کہا میں خود ادا کر دونگا اور جب سامان اتارا تو پھر کہنے لگا کہ میری مزدوری تو دے دیجئے پوچھا وہ جو پہلے دس روپے دیئے تھے وہ کیسے تھے ؟ مگر وہ دھن کا پکا تھا اڑا رہا اور یہ دلچسپ کھینچا تانی ہوتی رہی کہ وہ ہمارا سامان

بنی اسرائیل کے ایک مشہور قاضی نے وصیت کی "میری موت کے کچھ عرصے بعد میری لاش قبر سے نکال کر دیکھی جائے کہ وہ کس حالت میں ہے میں نے ہمیشہ عدل و انصاف سے کام لیا البتہ ایک بار اپنے دوست کے مقدمے میں فریق کی نسبت دوست کی بات سننے میں کان زیادہ متوجہ رہے تھے"
وصیت کے مطابق کچھ عرصہ بعد قاضی کی نعش قبر سے نکال کر دیکھی گئی لاش صحیح و سالم تھی البتہ ایک کان مٹی نے کھا لیا تھا۔

اپنی طرف کھینچتا تھا اور ہم اپنی طرف۔ مشکل سے اس سے جان چھڑائی مگر "آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا" والا معاملہ ہوا۔ اس مزدور نے ہمیں بارڈر گیٹ کے پاکستانی داروغے کے سپرد کیا۔ مزدور کے ہمارے ساتھ "الوداعی سلوک" کو دیکھ کر ان صاحب کو بھی ہماری شناخت میں کوئی دقت نہ ہوئی کہ اس پل صراط کے نئے راہی ہیں انہوں نے سوال داغا "آپ کے پاس کتنی پاکستانی کرنسی ہے ؟" ہم نے لاپرواہی اور اپنی طرف سے کچھ "تفنن" سے یہ جواب دیا کہ کل پونجی سو روپے میں سے ۱۰/- تو مزدور لے گیا باقی پاس ہیں کہنے لگا دکھایئے اور ہم نے بھولے پن میں اپنی رہی سہی رقم سامنے کی اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ پلک جھپکتے میں ایک دس کا نوٹ اڑا لیا اور ہم دیکھتے ہی رہ گئے پھر کچھ پرے بیٹھے ہوئے ایک سکھ صاحب سے جو پاسپورٹ دیکھ رہے تھے کہا کہ یہ ۱۰/- کیسے لیتے ہیں مگر اس نے یہ کہہ کر ہمیں خاموش کر دیا کہ وہ آپ کے بھائی بند ہیں آپ جانیں اور وہ ۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ بڑی عمر کے بچے جھنجلا کر کوّے کے پیچھے بھی دوڑ پڑتے ہیں۔ حاشا و کلّا ہم نے ایسی کوئی جرأت نہیں کی البتہ ایسی مزاحمت کے دلچسپ قصّے ضرور سنے اور حظّ اٹھایا ایک واقعہ سے آپ بھی لطف اٹھائیے۔

بارڈر گیٹ کی NO MAN LAND پہ ایک ایسے ہی داروغہ کا واسطہ ذرا پختہ کار آدمی سے پڑا اور تلاشی لیتے ہوئے اس نے ایک روپے کا نوٹ اس آدمی سے چھیننا چاہا مگر داد دیجیے اس پختہ کار کے حوصلہ کی کہ اس نے بھی روپیہ خوب مضبوطی سے پکڑ لیا اب صورت یہ تھی کہ بارڈر لائن کے ایک طرف داروغہ نے روپے کو مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے تو دوسری طرف وہ اس پختہ کار کی مضبوط گرفت میں ہے۔ یہ دلچسپ رسہ کشی چند لمحے جاری رہی قریب تھا کہ روپیہ پھٹ جائے۔ مگر بالآخر اس داروغہ کو جلدی سے چھوڑنا پڑا کیونکہ اس کشمکش میں اس کے اور کئی شکار ہاتھ سے نکلے جارہے تھے اور اب مصلحت یہ تھی کہ جو ہاتھ میں تھا اسے چھوڑ کر ان کو پکڑتا جو ہاتھ سے نکلے جارہے تھے اور یہی فیصلہ اس ذہین داروغہ نے کیا اور وہ پختہ کار اور اسکا روپیہ صحیح سلامت بارڈر پار کر گئے۔

ہم ہندوستان کی سرحد میں داخل ہو چکے تھے اور بھارتی مزدور سامنے منہ کھولے کھڑے تھے۔ مگر اچانک ایک مزدور نے ہماری ٹوپی اور لباس دیکھ کر کہا

"اے تے قادیاں دا لگدا اے"

پھر ایک عجیب نظارہ دیکھنے میں آیا۔ قادیان کا نام سنتے ہی کچھ منہ تو کھلے کے کھلے رہ گئے اور باقی بند ہو گئے شاید ان مزدوروں کو بھی قادیان والوں کا احترام تھا اور کسی کو قادیان والے کو داؤ لگانے کی جرأت نہ ہو رہی تھی کوئی مزدور میری طرف نہیں بڑھ رہا تھا بالآخر میں نے خود سامان اٹھایا اور چل پڑا۔ راستہ میں ایک مسلمان مزدور مل گیا اس نے سامان اٹھا لیا۔ میں نے اس سے پوچھا تم لوگ سرحد پار کرنے والے کو لوٹنا کیوں چاہتے ہو؟ اس نے یہ کہہ کر مجھے خاموش کر دیا کہ سرحد پار پاکستانی مزدور بھی ایسا ہی کرتے ہیں اور واقعی اس نے شرافت سے صرف پانچ روپے لیکر سامان امیگریشن و کسٹم آفس تک پہنچا دیا۔ (جاری ہے)

کبھی آپ نے غور کیا کہ ایک گھنٹے میں آخر ۶۰ منٹ اور ایک منٹ میں ۶۰ سیکنڈ ہی کیوں ہوتے ہیں؟ یہ دس (۱۰) یا سو (۱۰۰) کیوں نہیں ہوتے اعشاری نظام کی مقبولیت کے اس دَور میں یہ تقسیم یقیناً بڑی عجیب لگتی ہے۔

دراصل یہ صدیوں پہلے مٹ جانیوالی بابل (عراق) کی تہذیب کا ورثہ ہے۔ جس میں گنتی کے نظام کی بنیاد ۱۰ نہیں ۶۰ تھی۔ بابل کی یہ روایت گھنٹوں، منٹوں اور سیکنڈوں اور زاویے کے درجوں کی شکل میں آج بھی زندہ ہے

۱۰۰ سال پہلے

تاریخ احمدیت

۱۰ جولائی ۱۸۸۵ء کا ایک حیرت انگیز واقعہ

حضور! یہ کُرتہ مجھے عطا فرمائیں

۱۰ جولائی ۱۸۸۵ء (مطابق ۲۷ رمضان ۱۳۰۲ھ) کا ذکر ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ طلوعِ آفتاب کے وقت حسبِ معمول بیت المبارک قادیان کے مشرقی جانب حجرہ میں ایک چارپائی پر آرام فرما رہے تھے تازہ پلستر کی وجہ سے حجرہ کی فضا میں خنکی سی تھی چارپائی پر نہ کوئی بستر تھا نہ تکیہ۔ اور حضور کے مخلص خادم منشی عبد اللہ صاحب سنوری نیچے بیٹھے حضور کے پاؤں داب رہے تھے کہ حضرت اقدس نے کشفی عالم میں دیکھا کہ بعض احکام قضاء وقدر حضرت نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں کہ آئندہ زمانہ میں ایسا ہوگا اور پھر اس کو دستخط کرانے کیلئے خداوند قادر مطلق جلشانہٗ کے سامنے پیش کیا ہے اور اس نے جو ایک حاکم کی شکل میں متمثل تھا اپنے قلم کو سرخی کی دوات میں ڈبو کر اوّل اس سرخی کو آپکی طرف چھڑکا اور بقیہ سرخی کا قلم کے منہ میں رہ گیا اور اس سے قضاء وقدر کی کتاب پر دستخط کر دیئے۔ خدا کی معجز نمائی کا نشان دیکھو ادھر عالمِ کشف میں قلم کی سرخی چھڑکی گئی اور ادھر یہ سرخی وجودِ خارجی میں منتقل ہوگئی۔ منشی صاحب نے سخت حیرت زدہ ہو کر بچشمِ خود دیکھا کہ حضور کے ٹخنے پر سرخی کا ایک قطرہ پڑا ہے انہوں نے اپنی دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اس قطرہ پر رکھی تو وہ قطرہ ٹخنے اور انگلی پر بھی پھیل گیا۔ ابھی وہ اسی حیرت و استعجاب میں تھے کہ انہیں حضور کے کرتے پر بھی سرخی کے چند تازہ چھینٹے دکھائی دیئے وہ مبہوت ہو کر آہستہ سے چارپائی سے اُٹھے اور انہوں نے ان قطرات کا سراغ لگانے کیلئے چھت کا گوشہ گوشہ پوری باریک نظر سے دیکھ ڈالا انہیں اس وقت یہ بھی خیال ہوا کہ کہیں چھت پر کسی چھپکلی کی دم کٹنے سے خون نہ گرا ہو۔ مگر وہ تو دستِ قدرت کا کشفی معجزہ تھا خارج میں اس کا کھوج کیا ملنا تھا ناچار وہ چارپائی پر بیٹھ گئے اور دوبارہ پاؤں دابنے کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضور عالمِ کشف سے بیدار ہو کر اٹھے اور بیت مبارک

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ (امام جماعت احمدیہ) فرماتے ہیں

"میں نے قرآن کریم بہت پڑھا ہے اور اب تو میری غذا ہے۔ اگر آٹھ پہر میں خود نہ پڑھوں اور نہ پڑھاؤں اور میرا بیٹا میرے سامنے آکر نہ پڑھے تو میں اسکا وجود بھی نہیں سمجھتا۔ سونے سے پہلے وہ آدھ پارہ مجھے سنا دیتا ہے غرض میں قرآن کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ میری غذا ہے۔"

میں تشریف لے آئے۔ منشی صاحب پھر دابنے لگے اور اس دوران میں انہوں نے حضرت سے سوال بھی کر دیا کہ حضور آپ پر یہ سرخی کہاں سے گری ہے؟ حضور نے فرمایا کہ وہ خدا کی ہستی وراء الوراء ہے اس کو یہ آنکھیں دنیا میں نہیں دیکھ سکتیں البتہ اس کے بعض صفاتِ جمالی یا جلالی متمثل ہو کر دکھائی جاتی ہیں۔ پھر حضور نے انہیں کشف کی پوری تفصیل سنائی بلکہ اپنے دستِ مبارک سے کشف میں قلم کے جھاڑنے اور دستخط کرنے کا نقشہ بھی کھینچا اور اسی طرز پر جنبش دی اور ان سے پوچھا کہ اپنا کرتہ اور ٹوپی دیکھیں ان پر بھی سرخی کا قطرہ تو نہیں گرا انہوں نے کرتہ دیکھا تو وہ بالکل صاف تھا مگر ململ کی سفید ٹوپی پر ایک قطرہ موجود تھا۔ منشی صاحب نے عاجزانہ درخواست کی کہ حضور اپنا یہ اعجاز نما کرتہ انہیں تبرّکاً عنایت فرمائیں۔ حضرت اقدس کا سلوک اپنے خدّام ہی سے نہیں دشمنوں سے بھی فیاضانہ تھا لیکن آپ نے منشی صاحب کی یہ درخواست ماننے سے انکار کر دیا اور فرمایا مجھے یہ اندیشہ ہے کہ ہمارے بعد اس سے شرک پھیلے گا۔ اور لوگ اس کو زیارت گاہ بنا کر اس کی پوجا شروع کر دیں گے۔ آخر منشی صاحب کے اصرار پر حضور نے یہ کرتہ انہیں اس شرط پر دیا کہ منشی صاحب بوقت وفات وصیت کر جائیں گے کہ کرتہ بھی ان کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔ اس اعجازی کرتے کا کپڑا نینو کہلاتا ہے اور سرخی کا رنگ ہلکا اور گلابی مائل تھا جس میں تینتالیس برس کی طویل مدّت گزرنے کے باوجود خفیف سا تغیر بھی نہیں ہوا۔

نشان کے متعلق حضرت منشی صاحب کا حلفیہ بیان

حضرت منشی صاحب کو اس آسمانی نشان پر اس درجہ بصیرت و ایمان حاصل تھا کہ ان کی زندگی میں ایک دفعہ اس کشفی نشان پر تنقید کی گئی تو حضرت منشی صاحب نے اپنی مفصّل حلفیہ شہادت شائع کی۔ اور فرمایا میں اپنی اولاد اپنے مال اور اپنی جان غرضیکہ ہر چیز کی قسم کھانے کیلئے تیار ہوں میں نے اس سرخی کے نشان کو جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے تختہ پر پڑا تھا اپنی شہادت کی انگلی لگا کر دیکھا تھا اس سے میری انگلی کو بھی سرخی لگ گئی تھی۔ اگر میں یہ جھوٹ کہتا ہوں تو میری انگلی کیا میرے جسم کا ذرہ ذرہ جہنم میں ڈالا جائے اور سب سے بڑا جو عذاب ہے وہ مجھ پر نازل کیا جائے۔ حضرت منشی صاحب ایک عرصہ تک لوگوں کو یہ کُرتہ دکھانے سے احتراز کرتے رہے لیکن حضرت فضل عمر نے انہیں ارشاد فرمایا کہ اسے بہت کثرت سے دکھاؤ تا اسکی رویت کے گواہ بہت پیدا ہو جائیں تو وہ دکھانے لگے۔ اور یوں ہزاروں نفوس کو اسے بچشم خود دیکھنے کا موقعہ مل گیا۔ حضرت منشی صاحب نے عمر بھر اعجازی کُرتہ کی حفاظت کی اور سفر و حضر میں ہمیشہ اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے۔ بالآخر ۷ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو انہوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور یہ قیمتی یادگار بھی حضرت اقدس کی وصیت کے مطابق بہشتی مقبرہ میں سپردِ خاک کر دی گئی۔

ریاض محمود صاحب
ڈیرہ غازیخان

لغت میں غیبت کے معنی بدگوئی سے کام لینا ہیں۔ اصطلاح میں کسی شخص کی غیر موجودگی میں کسی دوسرے کے سامنے ایسی برائیاں بیان کرنا جو اس میں موجود ہوں لیکن وہ ان کا ظاہر ہونا ناپسند کرتا ہو۔ غیبت کہلاتا ہے۔

قرآن مجید میں آتا ہے:

"اور تم ایکدوسرے کو پیٹھ پیچھے برا بھلا نہ کہا کرو۔ بھلا تم میں سے کوئی (اس بات کو) گوارا کریگا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو تم کو گھن آئیگی۔ اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو بیشک اللہ توبہ قبول کرنیوالا اور رحم کرنیوالا ہے۔"

(الحجرات: ۱۳)

غیبت اور بہتان کا فرق

غیبت اور بہتان میں فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ غیبت کس کو کہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا

"تمہارا اپنے بھائی کی اس کمزوری کا ذکر کرنا جس کو وہ ناپسند کرے"

کہا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جس کو میں بیان کرتا ہوں تو؟ فرمایا

"اگر وہ عیب اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر نہیں تو تم نے اس پر بہتان باندھا"

غیبت کرنیوالا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے

لکھا ہے کہ تعریض، تصریح، رمزو اشارات تحریر و کتابت اور محاکات و نقالی ہر طریقہ سے دوسرے کے عیوب بیان کئے جا سکتے ہیں اور ایک شخص کے نسب۔ اخلاق۔ دین و دنیا۔ جسم کپڑے غرض ہر چیز میں عیب نکالا جا سکتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے نہایت پُرزور طریقہ سے اس کی ممانعت کی ہے اور اس کو خود اپنے بھائی کے مردار گوشت سے تشبیہہ دی ہے۔ جس میں بلاغت کے بہت سے نکتے ہیں۔

۱۔ انسان کا گوشت محض اس کی عزت و حرمت کی وجہ سے حرام ہے۔ اس لیے جو چیز اس کی عزّت و حرمت کو نقصان پہنچاتی ہے وہ بھی اس کے گوشت کی طرح حرام ہے۔

۲۔ لڑائی جھگڑے میں جب باہم مقابلہ ہوتا ہے تو بعض لوگ شدّتِ غضب میں اپنے حریف کا گوشت نوچ لیتے ہیں۔ اگرچہ یہ بھی ایک بُرا فعل ہے۔ تاہم اسمیں ایک قسم کی شجاعت پائی جاتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص حریف کے مرجانے کے بعد اس کا گوشت نوچ لے تو مکروہ ہونے کے ساتھ یہ ایک بزدلانہ فعل بھی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص رو برو کسی کو بُرا کہے تو گویا یہ ایک ناپسندیدہ فعل اور دل آزار چیز ہے۔ تاہم اس میں بزدلی نہیں پائی جاتی۔ لیکن ایک شخص کی پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنا نہایت بزدلانہ کام ہے اور بعینہٖ ایسا ہے۔ جیسے کوئی اپنے حریف کے مقتول ہونے کے بعد اس کا گوشت نوچ کھائے۔

۳۔ لوگ شدّتِ محبّت سے بھائی کی مردہ لاش کا دیکھنا گوارہ نہیں کرتے۔ اس لیے جو شخص اپنے مردہ بھائی کا گوشت نوچ کھاتا ہے اس سے اسکی سخت قساوت اور سنگدلی اور بُغض و عداوت کا اظہار ہوتا ہے

۴۔ مُردار گوشت کا کھانا سخت اضطرار کی حالت میں جائز ہے اور اس وقت بھی اگر کسی انسان کی بجائے بکری کا مُردار گوشت مل جائے تو وہ انسان کا گوشت کھانا پسند نہ کرے گا۔

اسی قرآنی تشبیہہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد حدیثوں میں نہایت بلیغ طریقہ پر غیبت کی برائی بیان فرمائی

ایک حدیث میں ہے کہ شبِ معراج میں میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے چہروں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ بولے یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے اور انکی عزّت و آبرو پر دست درازی کرتے تھے

اعمال اور اعمال کی جزا و سزا میں مناسبت ہوتی ہے۔ یہ لوگ چونکہ لوگوں کا گوشت کھاتے تھے۔ یعنی انکی غیبت کرتے تھے۔ اسلیے عالمِ برزخ

میں انکی سزا یہ مقرر ہوئی کہ خود اپنا گوشت نوچتے رہیں۔

ایک بار سخت بدبو پھیلی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے کہا کہ جانتے ہو یہ کیا ہے؟ یہ ان لوگوں کی بدبو ہے۔ جو اپنے بھائیوں کی غیبت کرتے ہیں۔

اس حدیث میں بھی اعمال اور جزاو سزا کی مناسبت ظاہر ہے کیونکہ مردار گوشت اکثر بدبودار ہوتا ہے

غیبت کیوں کی جاتی ہے؟

غیبت کی سب سے بڑی وجہ دوسرے کی برائی کر کے اپنے آپکو بہتر ثابت کرنے کی کوشش کرنا ہے غیبت کے پیچھے حسد کام کر رہا ہوتا ہے قرآنِ مجید میں یہ دعا سکھائی گئی ہے۔

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

(الفلق: ۵)

"اور حسد کرنیوالے کی برائی سے میں پناہ مانگتا ہوں جب وہ حسد کرنے لگے"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حاسد کی برائی سے پناہ مانگنی چاہیئے۔

غیبت کی وسعت

غیبت صرف زبان تک محدود نہیں ہے بلکہ ہاتھ پاؤں اور آنکھوں کے ذریعہ بھی غیبت کی جاسکتی ہے۔ کسی شخص کی نقل کرنا مثلاً ایک شخص لنگڑا ہے تو اس کے اس عیب کے نمایاں کرنے کیلئے لنگڑا کر چلنا بھی غیبت ہے۔ ایک بار حضرت عائشہؓ نے ایک شخص کی نقل کی تو رسول اللہ نے اس پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

اسی طرح چشم و ابرو کے اشارے سے کسی کے عیب کی پردہ دری کرنا بھی غیبت ہے قرآن مجید میں آتا ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ

ہر شخص جو (لوگوں کی) عیب چینی کرتا (اور ان پر) آوازے کستا ہے۔ اس کی (بھی بڑی) تباہی ہے۔

اس آیت میں غیبت کے جن مخفی اور دلخراش طریقوں کی مذمت کی گئی ہے انکی توضیح ترجمہ سے نہیں ہوسکتی بلکہ اس کے لیے تو اہلِ لغت کی تصریحات پیشِ نظر رکھنی چاہئیں جو حسب ذیل ہیں

۱۔ ھمز، سامنے اور لمز پیٹھ پیچھے برائی بیان کرنا۔ ۲۔ ھمز، خاص طور پر لوگوں کے نسب کی برائی کرنا۔ ۳۔ ھمز، ہاتھ کے اشارے سے اور لمز، زبان سے غیبت کرنا۔ ۴۔ ھمز زبان سے اور لمز، آنکھ کے اشارے سے غیبت کرنا۔ ۵۔ ھمز، برے الفاظ سے ہم نشینوں کی دل آزاری کرنا۔ ۶۔ لمز، آنکھ، ہاتھ، سر اور ابرو کے اشارے سے ہم نشینوں کی برائی کرنا۔

(بقیہ صفحہ ۴۴ پر)

ترجمہ

مکرم عبدالمومن صاحب طاہر

★ ایک دفعہ عبداللہ بن یزید بن معاویہ کے گھوڑے ولید بن عبدالملک کے پاس سے گزرے ولید نے گھوڑوں کو چھیڑ کر بدکایا اور عبداللہ کی تحقیر بھی کی۔ عبداللہ نے اپنے بھائی خالد سے شکایت کر کے کہا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ ولید کو قتل کر ڈالوں۔ خالد نے اپنے بھائی کو ٹھنڈا کرتے ہوئے کہا کہ امیرالمومنین کے بیٹے اور ولی عہد کے بارہ میں ایسی سوچ اچھی نہیں۔ تم تسلی رکھو میں خود اس کے والد سے بات کرتا ہوں یہ کہہ کر خالد عبدالملک کے پاس آیا ولید بھی وہیں تھا۔ خالد نے کہا امیرالمومنین آپ کے صاحبزادے ولید نے اپنے چچازاد بھائی کے گھوڑوں کو بدکایا ہے اور اسے برا بھلا کہا ہے۔ عبدالملک نے یہ سن کر سر اٹھایا اور کہا:

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ (النمل)

کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ و برباد اور اس کے معززین کو ذلیل کر دیتے ہیں اور وہ ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں۔

اس پر خالد نے بڑی جرأت سے کہا:

وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا۔ (بنی اسرائیل)

کہ جب ہم کسی بستی کو تباہ کرنے کا ارادہ کریں تو پہلے ہم اس کے آسودہ حال لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں جس پر وہ الٹا اس بستی میں نافرمانی کی راہ اختیار کرتے ہیں تب اس بستی کے متعلق ہمارا فیصلہ صادر ہو جاتا ہے اور ہم اسے مکمل طور پر تباہ کر دیتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کی سیرت میں تقویٰ نیکی اور پاکبازی نمایاں عناصر تھے۔ زمانہ جاہلیت کا واقعہ ہے۔ ایک شخص انکو کسی نامعلوم رستے سے لے چلا اور فخر کے طور پر کہا: "یہ وہ راستہ ہے جس میں ایسے بدمعاش اور آوارہ منش لوگ رہتے ہیں کہ اس طرف سے گزرنے میں بھی حیا دامن گیر ہوتی ہے" حضرت ابوبکرؓ نے سنا تو وہیں رک گئے اور کہا: "میں ایسے شرمناک راستے سے نہیں جا سکتا"

● حضرت علی بن حسین زین العابدینؒ سے عرض کیا گیا کہ آپ اپنی والدہ کے نہایت فرمانبردار محسن ہیں کیا بات ہے کہ آپ ان کے ساتھ ایک برتن میں نہیں کھاتے ؟ فرمایا " میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میرا ہاتھ اس لقمہ کی طرف نہ بڑھ جائے جس پر میری والدہ کی نظر پڑی ہو اور وہ انہیں پسند آگیا ہو اور یوں انکی نافرمانی کا مرتکب ہو جاؤں

● عمر بن ذر کو جب لوگوں نے اپنے بیٹے کی وفات پر نہایت غمگین دیکھا تو پوچھا : کہ اس بیٹے کا آپ سے سلوک کیسا تھا ؟ کہنے لگے " یہ میرا اسقدر احترام کرتا تھا کہ دن کے وقت جب بھی میرے ساتھ چلا تو میرے پیچھے پیچھے رہا اور رات کے وقت ہمیشہ مجھے اپنے پیچھے رکھا اور کبھی ایسی چھت پر نہ چڑھا جس کے نیچے میں ہوتا

● ہشام بن عقبہ نے فرمایا : ہر قافلے کا ایک کتا ہوتا ہے جسے قافلے والے اپنا بچا کھچا کھانا ڈالتے ہیں اور وہ انکی خاطر بھونکتا رہتا ہے تم کبھی قافلے کا کتا نہ بننا ــــ پھر فرمایا : نماز کو تاخیر سے ادا نہ کرنا ۔ کیونکہ نماز تو تمہیں بہر حال پڑھنی ہی ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم اس کی طرف ایسے وقت میں توجہ کرو کہ جبکہ وہ تمہاری طرف منہ کئے آرہی ہو نہ کہ اس وقت جب وہ پیٹھ پھیرے جارہی ہو ۔

★

● ایک دفعہ شاہ روم نے حضرت معاویہؓ کی خدمت میں ایک خالی بوتل بھجوائی اور کہا کہ اس میں دنیا کی ہر چیز تھوڑی تھوڑی ڈال کر بھجوائیں ۔ آپ نے حضرت ابن عباسؓ سے مشورہ لیا تو آپ نے پانی بھرنے کا فرمایا ۔ شاہ روم نے بوتل میں جب پانی دیکھا تو بے ساختہ کہا ۔ خدا کی قسم یہ شخص تو بلا کا ذہین ہے حضرت ابن عباسؓ سے جب پوچھا گیا کہ آپ نے پانی کا انتخاب کس بناء پر کیا تھا ؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ کہ ہر زندہ چیز ہم نے پانی سے بنائی ہے ۔

بقیہ : بازوؤں سے معذور احمدی طالبہ
صد ۱۵ سے آگے

ہوتا ہے لیکن ان تمام بہنوں اور بھائیوں کیلئے مشعلِ راہ بن گیا ہے جو محنت سے جی چراتے ہیں ۔ قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں اور معمولی عذروں کی بناء پر زندگی کی جدوجہد میں حصہ لینے سے کتراتے ہیں ۔ جو غیر معقول بہانوں میں پناہ ڈھونڈتے ہیں ۔ دوسروں کے محتاج بنے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام اعضاء سے نوازا ہے صحیح سلامت جسم اور ذہن عطا کیا ہے پھر کیوں اس سے کام لے کر اپنی قوم اور وطن کی عظمت کو چار چاند نہیں لگاتے ۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کریں اور ان سے سبق سیکھیں جو معذور تو ہیں مگر کسی کے محتاج ہرگز نہیں ۔

★

وزن درست رکھنے کا ایک بہترین نسخہ

(مرسلہ فضل اللہ طارق)

عموماً موٹے آدمی وزن کم کرنے کی خاطر ڈائٹنگ Dieting کا مروّجہ طریق اختیار کرتے ہیں جو صحت کیلئے سخت مضر بلکہ بعض اوقات مہلک ثابت ہوتا ہے۔ اسکی بجائے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے اخذ کردہ وزن کم کرنے کا ایک بہترین نسخہ ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔

۱۔ بھوک رکھ کر کھانا کھانا: یعنی سیری ہونے سے کچھ قبل ہی کھانا چھوڑ دینا۔ آپ غالباً یہ سمجھیں گے کہ اس طرح آپ ضرورت سے کم غذا کھا رہے ہوں گے اور آپ کمزور ہو جائیں گے۔ لیکن یہ درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ بالا ارشاد ایک ایسی پسِ پردہ حکمت پر مبنی تھا جس کے چہرے پر سے آج کی سائنسی تحقیق نے نقاب الٹ دیا ہے۔ آج کے اطباء ہمیں بتاتے ہیں کہ بھوک کا احساس اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک خون کے اندر حل شدہ میٹھے کی سطح ایک خاص درجہ تک بلند نہ ہو جائے اور چونکہ کھانا کھاتے ہی فوراً یہ سطح بلند نہیں ہوتی اس لیے عموماً لوگ سیر شکمی کے بعد بھی بھوک محسوس کرتے رہتے ہیں۔ یہ درحقیقت جھوٹی بھوک ہوتی ہے اگر یہ بھوک مٹانے کی کوشش کریں گے تو آپکو اپنی طاقت سے زیادہ کھانا پڑے گا۔ پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ کچھ بھوک رکھکر کھایا کرو۔ معدے اور وزن کو درست رکھنے کیلئے ایک ہمیشہ رہنے والی مشعلِ راہ ہے۔

۲۔ سادہ خوراک: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خوراک میں بھی سادگی اختیار فرماتے تھے اور صحابہؓ میں بھی یہی رواج جاری فرمایا۔ جو قرآن کریم کے اس ارشاد کے عین مطابق ہے۔ کہ

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا

اگر ہم عموماً اپنے کھانوں کو سادہ رکھیں اور خواہ مخواہ مرغن غذاؤں اور مصالحہ دار کھانوں

کو روزمرہ کی زندگی کا جزو بنا کہ اسراف کی حدود میں داخل نہ ہو جائیں۔ اور اس پروگرام پر عمل پیرا ہو جائیں جو تحریک جدید نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے تو یہ بھی ہماری صحتوں کو برقرار رکھنے میں ممد ثابت ہو سکتا ہے۔

۳۔ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی عادت:

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنا کام خود فرماتے تھے اور آپکے صحابہؓ میں بھی اسی کا رواج تھا۔ یہ ایک ایسی پاکیزہ عادت ہے کہ جسم کو ہمیشہ مستعد اور ہوشیار رکھتی ہے اور سستی اور غفلت کو پاس نہیں پھٹکنے دیتی اگر اور کوئی ورزش نہ ہو تو یہ عادت ہی کسی حد تک ورزش کی قائمقام ہو جاتی ہے۔

۴۔ تیز چلنے کی عادت:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کثرت سے مروی ہے کہ آپؐ خوب چلتے تھے اور بہت تیز چلتے تھے۔ چلنے میں روانی کا یہ عالم تھا گویا بلندی سے ڈھلوان کی طرف اتر رہے ہوں۔ لیکن قدم پختگی کے ساتھ جا کر رکھتے تھے۔ اگر کوئی اور ورزش نہ بھی کی جائے اور مندرجہ بالا عادات کے علاوہ بہت چلنے اور تیز چلنے کی عادت اختیار کر لی جائے تو یہی ایک کافی وشافی اور بہترین ورزش ثابت ہو سکتی ہے یاد رکھیے ماہرینِ ورزش کا یہ مقولہ ہے کہ۔

"چلنا ایک بہترین ورزش ہے"

۵۔ عبادات کو پوری مستعدی سے بجا لانا

یعنی نماز کو قائم کرنا۔ لفظ صلوٰۃ جس کا ترجمہ ہم نماز کرتے ہیں۔ ایک عربی لفظ ہے جو ورزش کے معنی بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اگر مستعدی کے ساتھ توجہ قائم رکھ کر نماز کے ہر رکن کو صحیح طریق سے بجا لایا جائے تو پانچ اوقات کے فرض اور ایک دو اوقات کی نفل نمازیں ہی انسان کے لیئے ورزش کا کافی سامان مہیا کر دیتی ہیں اور انسانی عضلات ڈھیلے اور سست نہیں پڑنے پاتے۔ پھر عبادت کی تیاری کیلئے وضو بھی آپکے جسم کی پاکیزگی اور صحت کو برقرار رکھنے میں بہت ممد ثابت ہوتا ہے اور شریعت کے عائد کردہ غسل آپکے بدن کو پاکیزہ رکھنے میں وضو کی اعانت کرتے ہیں گویا عبادت اپنی ذات میں اپنے تمام لوازمات کے ساتھ اکیلی ہی آپکی بدنی صحت کی بہت حد تک ضمانت دے سکتی ہے۔

اس پانچ نکاتی پروگرام پر عمل کیجئے اور Dieting وغیرہ (یعنی خوراک بہت کم کر کے پتلا ہونے کی کوشش) سے مستغنی ہو جائیے۔

(ورزش کے زینے)

بیسویں صدی کی مایہ ناز ایجاد ہے۔

ریڈیو اس کا موجد اٹلی کا رہنے والا مارکونی تھا۔ ۱۸۹۴ء میں یہ ایجاد منظرِ عام پر آئی۔ اس سے پہلے اگر کسی شخص کو کہا جاتا کہ میں ۱۰۰ میل یا ۱۰۰۰ میل دور بیٹھے ہوئے شخص کی آواز سن سکتا ہوں تو وہ شخص اسے بہت بڑا مذاق سمجھتا۔ لیکن اب ہم اسی ایجاد کے ذریعے دور دراز کے سٹیشنوں کی آواز گھر بیٹھے اسی وقت سن رہے ہوتے ہیں۔

ریڈیو کا نظام کس طرح کام کرتا ہے؟ آج کی نشست میں ہم آپکو اس سلسلہ میں بنیادی معلومات فراہم کریں گے۔ آیئے آپ پہلے لاؤڈ سپیکر کے نظام کو سمجھیں۔

جب کوئی اناؤنسر یا مقرر مائیکروفون کے سامنے بولتا ہے۔ تو مائیکروفون آواز کی لہروں کو بجلی کی لہروں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہ لہریں نہایت تھوڑی طاقت کی ہوتی ہیں۔ ان لہروں کو ایمپلی فائر میں داخل کیا جاتا ہے۔ جو انکی طاقت کو بہت بڑھا دیتا ہے۔ اب اگر ایمپلی فائر میں سے برآمد شدہ آواز کو لاؤڈ سپیکر کے ذریعے پھیلایا جائے تو یہ آواز ایمپلی فائر کی طاقت کے لحاظ سے دور تک سنائی دے گی لیکن ایک محدود حلقہ سے باہر نہیں جا سکے گی۔ ریڈیو سٹیشن بھی بنیادی طور پر اسی اصول پر کام کرتا ہے۔ لیکن اسے چونکہ آواز کو سینکڑوں ہزاروں میل دور تک پہنچانا ہوتا ہے۔ اس لئے وہاں اس طاقتور آواز کو لاؤڈ سپیکر سے نشر کرنے کی بجائے ٹرانسمیٹر میں بھیجا جاتا ہے جس کے ذریعے ہائی فریکونسی کی لہروں پر یہ آواز سوار ہو جاتی ہے۔ اس لیے ان لہروں کو کیریئر فریکونسی بھی کہتے ہیں۔

مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی یہ آواز ٹرانسمیٹر کے آخری حصّہ میں پہنچتی ہے۔ جس کو الیکٹرو میگنیٹک ویوز یا ریڈیائی لہریں کہتے ہیں

حضرت مولوی شیر علی صاحب کا یہ معمول تھا کہ جب ڈاک آتی تو لفافہ چاک کرتے وقت یہ دعا پڑھنا شروع کر دیتے اَللّٰھُمَّ خَیْرٌ لَّنَا وَ شَرٌّ لِاَعْدَائِنَا اے خدا ہمارے لیے بہتری کا موجب ہو۔ اور ہمارے دشمنوں کیلئے شر کا موجب ہو۔

ان ریڈیائی لہروں کو ٹرانسمیٹر کے ایریل کے ذریعہ فضا میں نشر کر دیا جاتا ہے۔ ان ریڈیائی لہروں کی رفتار ۱۸۶،۰۰۰ میل فی سیکنڈ یا ۳۰۰،۰۰۰،۰۰۰ میٹر فی سیکنڈ ہوتی ہے۔ یاد رہے۔ کہ ریڈیائی لہروں کے اوپر ریڈیو سٹیشن کی آواز سفر کر رہی ہوتی ہے۔ اس طریقہ سے ہم آواز کو ایک انتہائی تیز رفتار گاڑی مہیا کر دیتے ہیں جس کے ذریعہ یہ دور دراز علاقوں تک پہنچ جاتی ہے۔

جب یہ ریڈیائی لہریں کسی ریڈیو کے ایریل سے ٹکراتی ہیں۔ تو اس ایریل میں کمزور سی بجلی کی لہریں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ریڈیو کے مختلف حصے ان کمزور لہروں کو طاقتور بناتے ہیں۔ جب یہ لہریں طاقتور ہو جاتی ہیں تو آواز کی لہروں کو ریڈیائی لہروں سے جن پر وہ سوار تھیں جدا کر لیا جاتا ہے جب آواز کی لہریں مطلوبہ مقدار میں حاصل ہو جاتی ہیں۔ تو انہیں لاؤڈ سپیکر میں داخل کر دیا جاتا ہے اور وہ آواز جو ریڈیو سٹیشن کے مائیکروفون میں پیدا کی گئی تھی۔ وہ ہم اپنے ریڈیو کے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ سن سکتے ہیں۔

اسی لئے مختصر الفاظ میں ریڈیو کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ یہ ایک ایسا آلہ ہے جو ریڈیائی لہروں کے درمیان سے آواز کی مطلوبہ لہروں کو حاصل کر سکتا ہو۔ ریڈیو کہلائے گا۔

نوٹ آواز کی لہروں کو آڈیو ویوز کہتے ہیں

★

آپکی رائے

• جون کے رسالے کے سبھی مضامین ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں خصوصی طور پر اداریہ جس میں آپ نے قارئین کو مضامین وغیرہ لکھنے کی دعوت دی۔ اسکے علاوہ جلسۂ انگلستان کی روح پرور یادیں، صاحبِ خلق عظیم، حضرت مولوی شیر علی صاحب کا حسنِ کردار، معذوروں کی سچی کہانیاں ہمتوں اور عزائم کو بلند کرنے والی تحریریں تھیں۔

تکنیکی ماہرین اور ہنرمند افراد کے تجربات اور اس سے متعلق معلومات کا جو سلسلہ آپ نے شروع فرمایا ہے بہت ہی معلوماتی اور رسالہ کی افادیت کو بڑھانے کا موجب ہوگا انشاءاللہ

(مظفر احمد درانی)

جون کا شمارہ بہت پسند آیا تمام مضامین کو بڑی خوبصورتی سے ترتیب دیا گیا۔ ٹائٹیل پر حضور اقدس کے خطبہ عید الفطر کا دردانگیز اقتباس، جلسہ سالانہ انگلستان اور دیگر مضامین پڑھ کر بہت لطف آیا۔ رسالہ ایک نئی ڈگر پر چل نکلا ہے۔ جو تمام نوجوانوں کی امنگوں اور جذبات کی ترجمانی کرنیوالا ہوگا۔ (انشاءاللہ)

(حافظ احمد خان جوئیہ)

★

تازہ ترین تحقیقات کے مطابق ضیافتوں اور دعوتوں کے دوران اونچی آواز میں بجایا جانے والا میوزک بدہضمی کا باعث بنتا ہے۔ بلغاریہ کے ایک سائنس دان کے مطابق موسیقی کا شور معدے کو خون کی فراہمی معطل کر دیتا ہے۔ جسکی وجہ سے معدے کے غدود مناسب مقدار میں ہاضمی مادے خارج نہیں کرتے یوں کھانا ہضم ہونے کا عمل متاثر ہوتا ہے

نیرنگئ عالم

محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب لینیڈا سے تحریر فرماتے ہیں:- "سنا ہے کہ پاکستان میں ان دنوں بہت گرمی پڑ رہی ہے۔ یہاں تو یہ حال ہے کہ ابھی دو دن ہوئے برف باری ہوئی۔ یہ برف ایسی تھی جو گرتے ہی پگھل جاتی ہے۔ اپریل کے آخر میں تو برف باری کا طوفان آیا سڑکیں بند ہوگئیں بذریعہ سڑک آمدورفت رک گئی۔ مگر یہاں گھر کے اندر رہتے ہوئے گرمی یا سردی کا کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ مکان ایئر کنڈیشنڈ ہوتے ہیں۔ دونوں موسموں میں اندر ٹمپریچر ایک جیسا رہتا ہے تاہم باہر کی دھوپ بھلی لگتی ہے۔ اور یہاں کے لوگ جس دن دھوپ نکلے خوشی کے مارے دیوانے ہوئے جاتے ہیں اور خوب پکنکیں مناتے ہیں۔"

بقیہ:- غیبت از صد ۳۹

اس تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ غیبت کا دائرہ کہاں تک وسیع ہے۔

سورۂ ھمزہ میں آگے چل کر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ یہی غیبت بڑھکر دنیا کے لئے زبردست ہلاکت اور تباہی کا موجب بن جائیگی غیبت ایک آگ ہے جو بہت بڑے الاؤ میں تبدیل ہو کر غیبت کرنیوالوں کو ایک جہنم میں ڈال دے گی۔ جو اس دنیا میں بھی ان کیلئے ناقابل برداشت ہوگی اور آخرت میں بھی۔

پس غیبت ایک معمولی جرم نہیں ایک زبردست قومی جرم ہے۔ جس سے بچنے کی کوشش کرنا اور دوسروں کو بھی اس برائی سے نجات دلانا ہمارا فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا کرے

اے قرارِ قلبِ سوزاں

اے وہ حاصلِ تمنا اے خیالِ جانِ جاناں
مجھے بخشش زندگانی بہ نیازِ ماہِ تاباں

میرے غمکدے میں شاید ترے دم سے روشنی تھی
تو نہاں ہوا ہے جب سے ہوا پھر نہیں چراغاں

اے وہ نورِ چشمِ گریاں، اے قرارِ قلبِ سوزاں
ترے دم سے رونقیں تھیں جو کہ ہوگئی ہیں ویراں

تیری یاد میں یہ عالم میرے دل کی بیقراری
کہیں پھونک دے نہ صابر یہ شرارِ آہِ سوزاں

(ملک منیر احمد صاحب صابر ۔ سرگودھا)

آخری صفحہ

ایک عجیب میزبان

محترم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی بیان فرماتے ہیں کہ میں پہلی بار مارچ ۱۸۹۳ء میں قادیان آیا۔ مزدور راستہ بھول گیا۔ ساری رات چلنے کے بعد ہم سحری کے وقت قادیان پہنچے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے خادم حضرت حافظ حامد علی صاحب کو خبر ہوئی کہ کوئی مہمان آیا ہے۔ وہ آکر ملے بڑی محبت اور پیار سے انہوں نے مصافحہ اور معانقہ کیا اور حیرت سے پوچھا کہ اسوقت کہاں سے؟ میں نے جب واقعات بیان کئے تو بیچارے بہت حیران ہوئے فوراً حضور کو اطلاع کی۔ میرا خیال ہے کہ تین بجے صبح کا وقت تھا حضور نے اسی وقت مجھے گول کمرے میں بلا لیا وہاں پُر تکلف کھانا بھی موجود تھا میں اس ساعت کو کبھی نہیں بھول سکتا کہ کس شفقت اور محبّت سے حضور بار بار فرماتے تھے "آپ کو بہت تکلیف ہوئی" میں عرض کرتا "نہیں حضور! تکلیف تو کوئی نہیں ہوئی" مگر آپ بار بار فرماتے "راستہ بھول جانے کی پریشانی بہت ہوتی ہے" اور کھانا کھانے کیلئے تاکید فرمانے لگے مجھے شرم آتی تھی کہ آپکے سامنے کسطرح کھاؤں اسلیئے تامل کیا مگر آپ نے خود اپنے دستِ مبارک سے کھانا آگے کر کے فرمایا کہ "کھاؤ بہت بھوک لگی ہوگی سفر میں نقصان ہو جاتی ہے" آخر میں نے کھانا شروع کیا تو پھر فرمانے لگے کہ "خوب سیر ہو کر کھاؤ شرم نہ کرو سفر کر کے آئے ہو" میں نے پھر عرض کیا کہ "حضور! آپ آرام فرمائیں میں اب کھا لوں گا" حضرت اقدس نے اسوقت یہ محسوس کیا کہ میں آپکی موجودگی میں جھجھک رہا ہوں فرمایا "اچھا حامد علی! تم انہیں اچھی طرح سے کھانا کھلاؤ اور یہاں ہی بستر بچھا دو تا کہ یہ آرام کر لیں اور اچھی طرح سے سو جائیں" آپ تشریف لے گئے مگر تھوڑی دیر کے بعد ایک بستر لیے ہوئے پھر تشریف لے آئے میری حالت اسوقت عجیب تھی ایک طرف میں آپکے اس سلوک سے نادم ہو رہا تھا کہ ایک واجب الاحترام ہستی اپنے ادنیٰ غلام کیلئے کس مدارت میں مصروف ہے میں نے عذر کیا کہ "حضور نے کیوں تکلیف فرمائی؟" فرمایا "نہیں نہیں تکلیف کس بات کی۔ آپکو آج بہت تکلیف ہوئی ہے اچھی طرح سے آرام کرو" غرض آپ خود بستر رکھ کر تشریف لے گئے اور حافظ حامد علی صاحب میرے پاس بیٹھے رہے انہوں نے محبت سے کھانا کھلایا اور بستر بچھا دیا۔

میں لیٹ گیا تو حافظ حامد علی صاحب نے میرا جسم دبانا چاہا۔ میں نے بہت ہی عذر کیا تو کہنے لگے کہ "حضرت صاحب نے مجھے فرمایا تھا کہ ذرا دبا دینا بہت تھکے ہونگے" یہ بات سنتے ہی میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل گئے"۔

ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مکرم برادرم شیخ مبارک احمد صاحب محاسب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کو مورخہ ۱۱ جون ۸۵ء کو تین بچوں کے بعد بچی سے نوازا ہے۔ امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے ازراہِ شفقت بچی کا نام عالیہ رفعت تجویز فرمایا ہے۔

نومولودہ مکرم شیخ نذیر احمد صاحب محلہ دارالرحمت وسطی ربوہ کی پوتی اور مکرم قریشی محمود احمد صاحب مرحوم آف لاہور کی نواسی ہے۔

ادارہ خالد ہر دو خاندانوں کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہے۔ احبابِ جماعت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بچی کو نیک، خادمِ دین اور والدین کیلئے قرۃ العین بنائے۔ (ادارہ)

اعانت

مکرم برادرم مقصود احمد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ دارالذکر فیصل آباد کی تحریک پر مکرم چوہدری شریف احمد صاحب و مکرم چوہدری مظفر احمد صاحب بلال سکیم، شادمان روڈ فیصل آباد نے ماہنامہ خالد ربوہ کے لئے مبلغ پانچصد روپے عطیہ دیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

احبابِ جماعت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے کاروبار میں غیر معمولی برکت عطا فرمائے اور اس کارِ خیر کی احسن جزاء عطا فرمائے۔ آمین۔

(مینیجر ماہنامہ خالد ربوہ)

ماہنامہ خالد کے وی پی

ایسے خریدارانِ خالد کو جن کا چندہ ختم ہے بذریعہ وی پی رسالہ ماہ مئی ۱۹۸۵ء بھجوایا گیا تھا خدا تعالیٰ کے فضل سے اکثر خریداران نے وی پی وصول کر لی ہے لیکن بعض دوستوں کے وی پی (کسی وجہ سے) واپس آ گئے ہیں۔ ایسے خریداران جن کے وی پی واپس آ گئے ہیں، سے درخواست ہے کہ وہ چندہ خریداری کی رقم دستی یا بذریعہ منی آرڈر بھجوا کر ممنون فرمائیں رسالہ ان کی خدمت میں باقاعدگی کے ساتھ ارسال کیا جا رہا ہے۔

(مینیجر ماہنامہ خالد ربوہ)

Monthly KHALID RABWAH
Regd. No. L5830
JULY 1985
EDITOR ABDUL SAMEE KHAN

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ

کا

پیغامِ عید الفطر

"السلام علیکم۔ میری طرف سے آپ سب بہن بھائیوں اور بچوں کو عید مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ پر بے شمار فضل اور رحمتیں فرمائے۔ آپ کو خوشیاں نصیب ہوں اور مجھے بھی میرا مولا وہ دن دکھائے کہ میں آپ میں آکر آپ کی خوشیاں دیکھوں۔

اور جو بھائی اللہ تعالیٰ کی راہ میں پاکستان میں دکھ اُٹھا رہے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے دکھوں کو دُور فرما دے اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمارے .... اور ان کے پسماندگان پر اپنے بے شمار فضل اور برکتیں نازل فرمائے۔ اور میری دُعا ہے کہ جو ہم میں سے اس کی راہ میں قید کئے گئے ہیں ان پر بھی اور ان پر بھی جو ان کی رہائی کے لئے بے تاب ہیں اپنے فضلوں اور رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔ سب سے بڑھ کر میری یہ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی ہماری اصل عید کا دن دکھائے یعنی .... کی دائمی فتح کا دن۔

آپ کو کیا علم ہے میں آپ سے کس قدر پیار کرتا ہوں۔"

(اُردو ترجمہ)